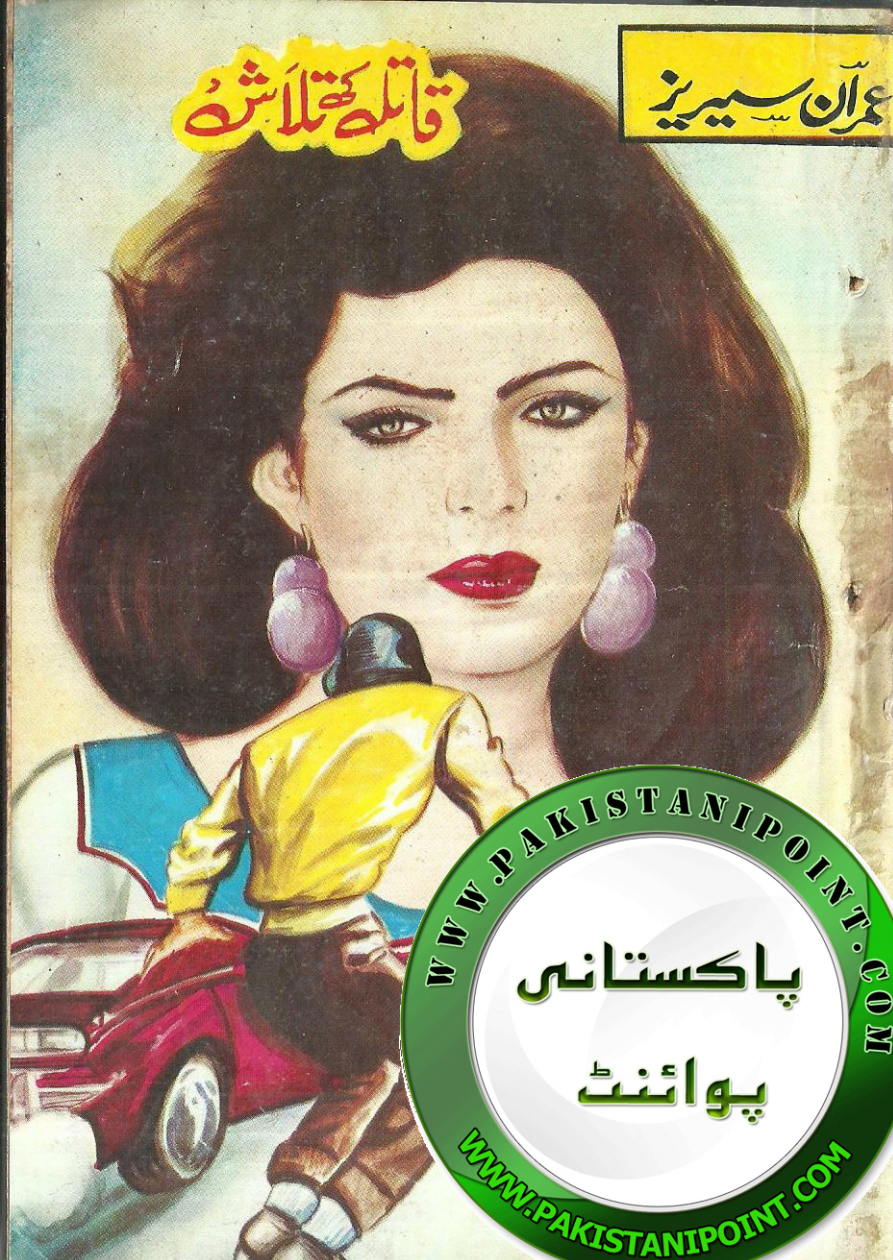


قاتلہ کھلاشہ

عمران سیریز



WWW.PAKISTANIPOINT.COM

پاکستانی

پوائنٹ

WWW.PAKISTANIPOINT.COM

سینٹی سس پنس اور ایکشن سے بھر پور

عمران سیریز

قاتل کی تلاش

مصنفہ بی
نغمہ صفی

۲۰/-
ہمس روپے

قیمت

ارڈر بھیجنے کا پتہ

فلکشن فیکٹری۔ بیاقت آباد کراچی نمبر ۱۹

اس ناول کے جملہ حقوق بنام مصنف محفوظ ہیں
 ترمیم و اضافہ کر کے چھاپنے اسٹیج ٹی وی یا فلم
 ڈرامے کی صورت میں فلانے کے لئے مصنف
 کی تحریری اجازت لینا ضروری ہے ورنہ قانونی
 چارہ جوئی کی جائے گی۔

اس ناول کے تمام نام مقام کردار و واقعات
 اور تشبیہ دی جانے والی چیزیں فرضی ہیں کسی
 سے مطابقت محض اتفاقیہ ہے جس کے لئے
 پرنٹرز پبلشرز مصنف ناشر یا ادارہ ذمے دار نہیں

فضلی سنز آف سٹ پریس میں چھپ کر شائع ہوئی۔
 انہی دو حصوں میں مکمل

دیوانے قاتل حصہ اول۔ قاتل کی تلاش حصہ دوم
 ناشر

نکاشن فیکٹری۔ لیاقت آباد۔ کراچی ۱۹

پیش لفظ

دیوانے قاتل کے بعد ملاحظہ کیجئے قاتل کی تلاش
سنسٹریس پنس اور ایکشن سے بھرپور عمر لڑنے کا
شاندار کارنامہ۔

دیکھتے وہ برازیل کے جنگلات میں کس طرح
سے اپنے جنگلی آدم خوروں اور زہریلے تیر پھینکنے
والے دشمنوں سے نمٹتا ہے۔

نغمہ صفحہ نے اسے آپ کی پسند کے
مطابق لکھا ہے اس میں سنسٹریس بھی ہے اور سنس پنس و
ایکشن بھی۔

نادولہ پڑھیے اور راتے سے مطلع کیجئے۔

ادارہ

سرسو پشیرے اور ایکشن سے بھرپور

عمران سیریز کے نئے ناول

۱۱-۰۰	فریبی قاتل مکمل ناول	مصنف:-	نغمہ صفی
۱۳-۰۰	گرد یا کانگامہ	۷-۵۰	چوتھا شکار مکمل ناول
۱۲-۰۰	زرد پوش شیطان	۷-۵۰	شی این سی
۱۵-۰۰	ہیروئن کانگامہ	۷-۵۰	بلیک چارلی
۱۰-۰۰	دیوانے قاتل حصہ اول	۷-۵۰	ڈیٹھ آف بادل
۱۰-۰۰	” ” حصہ دوم	۷-۵۰	پراسرار خود کشی
		۷-۵۰	آخری قاتل
		۷-۵۰	چور سیر
		۷-۵۰	کریمنل آف ڈینرٹ
		۷-۵۰	برف کی قبر
		۷-۵۰	عقریت
۹-۰۰	لاٹنگ ڈیٹھ مکمل ناول	۷-۵۰	ہلہ درز کلب حصہ اول
۱۵-۰۰	سیاہ جیتے دونوں حصہ اول	۷-۵۰	کلب کانگامہ حصہ دوم
۹-۰۰	خوف کے ساتے حصہ دوم	۷-۵۰	غندہ ٹکس حصہ اول
۱۵	آخری شکار دونوں حصہ سلوٹم	۷-۵۰	گینگ لیڈر حصہ دوم
۱۳-۰۰	لاٹنگ ساتے اول دوم	۷-۵۰	قاتل کون مکمل ناول
۰۰-۰۰	فولادی شیطان - زیر طبع	۷-۵۰	اسمگر درندہ
		۷-۵۰	پراسرار ایڈوینچر حصہ اول
		۷-۵۰	احق بیماری حصہ دوم
		۷-۵۰	انتقام کی آگ حصہ اول
		۷-۵۰	ناچنے شعلے حصہ دوم
		۷-۵۰	

مصنف:- ایم اے راحت - عمران سیریز

لاٹنگ ڈیٹھ مکمل ناول

سیاہ جیتے دونوں حصہ اول

خوف کے ساتے حصہ دوم

آخری شکار دونوں حصہ سلوٹم

لاٹنگ ساتے اول دوم

فولادی شیطان - زیر طبع

مصنف:- ابن کلیم:- عمران سیریز

آتش پشیری مکمل ناول

شکر ال

پہاڑوں کا مسافر

صحرائی دشمن

دشمن صحرا

حصہ دوم

حصہ دوم

حصہ دوم

حصہ دوم

حصہ دوم

آج ہی طلب کیجئے

ایوب اکیڈمی - پوسٹ بکس نمبر ۲۶۱ - یافا آباد کراچی

۱۹

ایس قریشی کے اور سامنے کے صفحے پر دیتے گئے سارے
 ناول اب کراچی بک ڈپو ۲۸- اردو بازار
 کراچی سے مل سکتے ہیں۔

موجودہ صورت حال عمران اور صفدر کے لئے ایک زبردست
 دھماکے سے کم نہیں تھی۔
Pakistanipoint
 وہ دونوں اچھی طرح جانتے تھے کہ جوزف ہیروں کے حساب سے
 شراب پینے کا عادی ہے۔ لیکن کسی عورت کے ساتھ ملنا اسے قطعی پسند
 نہیں تھا۔
Waqar Fazeem

وہ تو اکثر لوگوں کو بھی نصیحت کیا کرتا تھا کہ کسی عورت کے قریب
 نہ جاؤ۔

عورت ایک ایسا زہر ہے جو کسی طاقتور ترین مرد کو بھی چند روز
 میں ختم کر دیتی ہے۔

لیکن آج صورت حال اس کے برعکس نظر آرہی تھی۔ بکونی کو اگرچہ
 دنیا کی حسین ترین عورت کہا جاسکتا تھا لیکن تھی تو وہ عورت ہی۔

یہ بات بھی نہیں سوچی جاسکتی تھی کہ جوزف اس وقت نشہ میں ہے
 اور نشہ ہی میں وہ عورت کے قریب پہنچ گیا ہے۔

وہ آٹھ بوتلیں بیک وقت حلق میں انڈیلنے والا انسان تھا اور

یہ سوچا حماقت تھی کہ وہ نشہ میں ہو گا۔ ہاں البتہ یہ بات سوچی جاسکتی تھی کہ جوزف دنیا کی اس حسین ترین لڑکی کو دیکھ کر اپنا فیصلہ بدل چکا ہو۔ عورت تو ایک ایسی چیز ہے جس کے حسن و شباب کے سامنے بڑے سے بڑے زاہد اور متقی انسان اپنی نیت بدل بیٹھتے ہیں اور جوزف تو محض ایک عام انسان ہے۔

عورت کے معاملے میں چاہے وہ کتنا ہی کٹر کیوں نہ ہو آخر تھا تو مرد ہی۔ نیت بدلتے میں کتنی دیر لگ سکتی ہے۔ جوزف یا بکونی وغیرہ میں سے کسی نے ابھی تک عمران کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

اور عمران نے بھی ابھی تک صفر کو ان لوگوں کے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا۔

عمران نے ان کی طرف سے پہلو بدل لیا تھا تا کہ اگر بکونی یا اس کے ساتھیوں میں سے کوئی اس کی طرف دیکھے بھی تو انھیں اس کی شکل نظر نہ آ سکے۔

”عمران صاحب! اس لڑکی کو بلاشبہ دنیا کی حسین ترین لڑکی کہا جاسکتا ہے لیکن جوزف کی یہ کایا پلٹ اپنی سمجھ میں نہیں آ سکی۔“ تم نہیں سمجھ سکو گے پیارے بھائی! یہ دیوتاؤں کے معاملات ہیں اور ہم سرِ دست اس معاملے میں کوئی مداخلت نہیں کر سکتے۔“

”کیا مطلب؟“

صفدر متعجب لہجے میں بولا۔

”جوزف کے ساتھ جو لوگ ہیں ان کا تعلق برانڈیل کے خطرناک جنگلات کے اس پار بنجر پہاڑوں میں بسنے والے بونگار قبیلے سے ہے۔ بوڑھا آدمی اس قبیلے کا سردار ہوگو ہے۔“

”کیا آپ انھیں پہلے سے جانتے ہیں؟“

صفدر کی حیرت بڑھ گئی۔

”ہاں بعض نامعلوم لوگ ان کے دیوتا کا مجسمہ چرا کر لے آئے ہیں اور یہ لوگ اسی کی تلاش میں یہاں تک پہنچے ہیں۔ ان کے ہاں صدیوں سے ایک روایت یہ بھی چلی آ رہی ہے کہ مشرق کے کسی ملک میں انکا سورج دیوتا انسانی روپ میں زندہ جاویدان کے سامنے آئے گا اور میرا خیال ہے کہ انھیں اپنا دیوتا زندہ انسان کی صورت میں مل گیا ہے۔“

”آپ کا مطلب ہے کہ جوزف۔۔۔“ صفدر چونک گیا۔

”ہاں! میرا اندازہ یہی ہے جو سو فیصدی درست نکلے گا۔ تم اس لڑکی اور اس کے ساتھیوں کی نگاہوں میں جوزف کے لئے عقیدت و احترام نہیں دیکھ رہے۔“

”ہاں! میں اب یہی بات محسوس کر رہا ہوں لیکن آپ کو یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا؟“ صفدر نے پوچھا۔

”تم لوگوں کو معلوم نہیں میں چند روز قبل تک بلاس پور کے ایک غنڈے دارا کے چکر میں تھا جو بہت سے ناجائز کاروبار کرنے کے

علاوہ ملک کے مختلف حصوں سے لڑکیوں کو اغوا کر کے ان کی خرید و فروخت کا کاروبار بھی کیا کرتا تھا۔

”ہاں! میں نے چند روز قبل ہی یہ خبر اخبارات میں پڑھی تھی کہ وہاں کی سیکوریٹی فورس نے بلاس پور کے سابق ڈپٹی انسپکٹر پولیس اور چند حساس شہریوں کی مدد سے اس گروہ کا قلع قمع کر دیا ہے۔“

”ان چند شہریوں میں میں بھی شامل تھا لیکن میں نے اپنا نام سامنے نہیں آنے دیا۔ یہ لڑکی جس کا نام بکونی ہے دارا نارٹ کلب پر ریڈ سے ایک روز قبل رات کے وقت مجھے اسی کلب میں ملی تھی۔ میں بھی ایک غنڈے ہی کے روپ میں تھا۔“

یہ لڑکی کسی نہ کسی طرح متہ خانے سے نکل بھاگی تھی اور مجھے اسے وہاں سے نکالنے کا موقع مل گیا۔ مجھے اس لڑکی ہی سے سب کچھ معلوم ہوا کہ بعض نامعلوم افراد ان کے سورج دیوتا کا مجسمہ چوری کر کے یہاں لے آئے ہیں اور یہ لوگ اپنے دیوتا کی تلاش ہی میں یہاں تک پہنچے ہیں۔ چند روز قبل دارا کے گروہ کا ایک آدمی دیوتا کی تلاش کے بہانے اسے ورغلا کر بلاس پور لے گیا جہاں یہ مجھے مل گئی۔ واپس آنے کے بعد میں نے اس کے سردار اور دوسرے ساتھیوں سے ملاقات کی اور اس ملاقات ہی میں سردار ہوگو نے اس عقیدہ کا اظہار کیا تھا کہ ان کا دیوتا مشرق کے کسی ملک میں انسانی روپ میں جنم لے گا اور اب میرا خیال ہے کہ جو زوت ہی ان کا دیوتا ہے۔“ عمران تفصیل بتا کر خاموش ہو گیا۔

”ادہ! اس کا مطلب ہے کہ جوزف بری طرح پھنس گیا ہے لیکن مجھے تو اس بات پر حیرت ہو رہی ہے کہ یہ کسی عورت کی طرف اس قدر مائل کیوں ہو گیا جب کہ وہ نشے میں بھی نہیں معلوم ہوتا۔ جب وہ یہاں داخل ہوئے تھے تو آپ نے دیکھا تھا کہ اس نے کس طرح اس لڑکی کے کمر میں بازو ڈال رکھا تھا۔“

”ہاں! اس لڑکی کی آنکھوں میں کچھ کشش ہی ایسی ہے کہ دیکھنے والا مسحور ہو جاتا ہے اور اس کا حسن و شباب دیکھ کر تو بہتر سے بہتر دل آدمی بھی گمراہ ہو جاتا ہے۔“

”ہاں! میں کچھ ایسا ہی محسوس کر رہا ہوں۔“

”بس بس۔ اب تم اس پر لٹو ہونے کی کوشش نہ کرنا۔ کھانا کھاؤ ورنہ بھوکا رہنا پڑے گا۔“

”میری تو اب بھوک ہی اڑ گئی ہے عمران صاحب!“

”کیوں؟ کیا اتنی دور سے ہی بکونی کے حُسن کا شکار ہو گئے ہو؟“

”یہ بات نہیں عمران صاحب! مجھے تو ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے ہم برازیل کے خوفناک جنگلات کے اس پار بنجر اور ویران پہاڑوں میں گھرے ہوئے بونگوار قبیلہ کے افراد سے اپنے جوزف دیوتا کی وابستگی کے لئے برسرِ پیکار ہوں۔“

صفر نے مسکرا کر کہا۔

”لیکن میرا خیال ہے کہ جوزف ایسا بے وقوف نہیں ہے کہ وہ ہمیں اس قدر دور دراز کا سفر کرنے کی تکلیف دے۔“ عمران بولا۔

”خیر! یہ تو وقت ہی بتائے گا کہ جوزف ہمیں یہ تکلیف دیتا ہے یا نہیں“
 عمران نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ دونوں دوبارہ کھانے کی طرف
 متوجہ ہو گئے۔

ابھی چند ہی منٹ گزرے تھے کہ عمران کی نظر دوبارہ ہال کی طرف
 اٹھ گئی۔ عمران اندر داخل ہو کر ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔

”تو بھائی! تمہاری ہمیشہ صاحبہ تشریف لے آئیں۔ لیکن وہ تو اکیلی
 ہے۔ اس کے ساتھ کوئی غیر ملکی نظر نہیں آ رہا ہے۔“ عمران نے صفر کو
 متوجہ کیا۔

صفر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ اتنی دیر میں عمران کی نظر بھی
 ان کی طرف اٹھ گئی۔

وہ مسکراتی ہوئی ان ہی کی طرف بڑھنے لگی۔ ان کی میز تک آنے
 کے لئے انہیں جوزف والی میز کے قریب سے گزرنا پڑا تھا۔
 وہ جوزف کو دیکھ کر ایک لمحہ کے لئے ٹھٹکی، لیکن ر کے بغیر ان
 کی میز پر آ گئی۔

”جوزف سے کچھ ناراضگی ہے کیا؟“ اس نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے
 پوچھا۔

نہیں بس ایک ڈرامہ ہو رہا ہے۔ اس لئے ہم الگ بیٹھتے ہیں۔“
 عمران نے جواب دیا۔
 ”کیسا ڈرامہ؟“

”ابھی تم نہیں سمجھ سکو گی۔ ہاں ہمارے ساتھ کھانے میں شامل ہو سکتی ہو اور ہاں! صفر رکہ رہا تھا کہ کل تمہارے ساتھ کوئی غیر ملکی بھی تھا۔“

”جی ہاں! وہ ہانگ کانگ کا ایک بزنس مین تھا۔ کپاٹا اپنا زیادہ مال ان ہی کی فرم سے منگواتا ہے۔ اسے کپاٹا ہی نے کل یہاں کھانے کی دعوت دے رکھی تھی۔ وہ خود تو کل یکا یک بیمار ہو گیا اور میزبانی کے فرائض مجھے انجام دینے پڑے۔“

عمران نے بے تکلفانہ انداز میں کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

”اب کیسی طبیعت ہے کپاٹا کی، کیا ہوا تھا؟“ عمران نے پوچھا۔

”ٹھی سنٹری تھی۔ اب قدرے بہتر ہے۔“

”ہوں۔“ عمران نے پانی کے گلاس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے ہنکارہ بھرا۔

چند ہی لمحے گزرے تھے کہ ایک ویٹر کھانے سے لدی ہوئی ٹرائی ڈھکیلتا ہوا ان کے قریب سے گذر کر جوزف والی میز کے قریب رک گیا اس نے کھانا میز پر لگایا اور ٹرائی لے کر واپس چلا گیا۔

بکونی اور بوڑھے ہو گئے مدہم لہجے میں جوزف سے کچھ کہا۔

اور۔ جوزف نے بے تکلفانہ انداز میں کھانے کی طرف ہاتھ بڑھا دیئے۔

وہ وحشیانہ انداز میں ہر پلیٹ میں سے تھوڑا تھوڑا اکھاڑا تھا۔

عمران، سفدر اور عمرانہ کے لئے جوزف کے کھانے کا یہ انداز بھی نیا ہی تھا۔

جوزف کھانا کھا رہا تھا اور بوڑھا ہوگوا اور اس کے ساتھی اس کے سامنے عقیدتمندانہ انداز میں بیٹھے اسے کھاتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔

ان میں سے کسی نے بھی کھانے کی طرف ہاتھ بڑھانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

جوزف نے تمام پلیٹوں سے حقوڑا حقوڑا کھانے کے بعد اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔

اور — پانی کا بھرا ہوا جگ اٹھا کر ہونٹوں سے لگا لیا۔ جگ نصف کے قریب خالی کر کے ہی اس نے چھوڑا تھا۔

بکونی اور اس کے ساتھی چند لمحوں تک جوزف کی طرف دیکھتے رہے اور پھر بیکار اس کے چھوڑے ہوئے کھانے پر ٹوٹ پڑے۔ وہ اپنی زبان میں ایک دوسرے سے کچھ گفتگو بھی کر رہے تھے۔

دیکھتے ہی دیکھتے انھوں نے تمام پلیٹیں اس طرح صاف کر دیں جیسے انھیں دھو کر رکھا گیا ہو۔

کھانے کے بعد انھوں نے ویٹر سے بل لانے کو کہا اور جب ویٹر بل لے آیا تو ادائیگی کے بعد وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

اٹھتے ہوئے سردار ہوگوا اور بکونی کی نظر اچانک ہی عمران کی طرف

اٹھ گئی جو اس وقت ان ہی کی طرف دیکھ رہا تھا لیکن ان دونوں کی نگاہوں میں اجنبیت ہی تھی۔

جوزف نے بھی میز کے اوپر سے گھومتے ہوئے ان تینوں کی طرف دیکھا تھا لیکن اس کی نگاہوں میں بھی شناسائی کی ہلکی سی جھلک تک نہیں تھی۔

اس کے اس اندازِ اجنبیت کو عمرانہ تو نہ سمجھ سکی کیونکہ عمران پہلے اسے بتا چکا تھا کہ ڈرامہ ہو رہا ہے۔

لیکن۔ عمران اور صفدر چونکے بغیر نہیں رہے تھے کہ جوزف ان سے اس طرح اجنبیت کا اظہار کرے گا۔

یہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ ان دونوں نے معنی خیز انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

”کیا میں ان کے پیچھے جاؤں۔“ صفدر مدہم لہجے میں بولا۔

”نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ ان لوگوں کا قیام کس جگہ ہے اس لئے“

پیچھے جانے کی ضرورت نہیں۔“ عمران نے جواب دیا۔

”یہ کیا چکر ہے۔ مجھے تو دال میں کچھ کالا کالا نظر آ رہا ہے۔“

عمرانہ بولی۔

”کالا کالا جوزف کے علاوہ اور کوئی نہیں ڈیرِ عمرانہ۔“

”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ ابھی ہم خود بھی پوری طرح مطلب نہیں سمجھ سکے۔“

دو تین گھنٹے بعد شاید میں کوئی مطلب سمجھنے کے قابل ہو سکوں۔ تب تمہیں بتا سکوں گا کہ کیا چکر ہے۔“

”مجھے تو جوزف کی تندرستی خطرے میں نظر آرہی ہے۔ آپ نے بتایا تھا کہ ڈرامہ ہے۔ اگر کوئی ایسی بات ہوتی تو جوزف کی نگاہوں میں وہ اجنبیت نظر نہ آتی۔“

”تم جوزف کی تندرستی کہتی ہو۔ مجھے تو ٹیم کے سب ممبروں کی تندرستی خطرے میں نظر آرہی ہے۔“
صفدر بولا۔

”یہ ہیلیاں میری سمجھ میں نہیں آرہی ہیں۔ صاف صاف کہیے کیا بات ہے؟“
عمرانہ الجھے ہوئے لہجہ میں بولی۔

اس کے جواب میں صفدر نے عمران کی طرف دیکھا اور اس کی نگاہوں میں اجازت پا کر اسے عمران سے سنی ہوئی ساری بات بتا ڈالی۔
”اوہ ایسی صورت میں تو ہم میں سے... کسی کو ان کا پیچھا کرنا چاہیے تھا ممکن ہے جوزف کو ان کی طرف سے کوئی نقصان پہنچ جائے۔“
عمرانہ کے لہجہ میں تشویش تھی۔

جوزف کی طرف سے مطمئن رہو۔ وہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے بلکہ اس کے برعکس وہ اس کے لئے اپنی جانیں تک قربان کر دینگے۔
عمران نے کہا۔

صفدر یا عمران نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ دونوں سوچ میں پڑ گئے تھے۔

کھانا وہ کب کے ختم کر چکے تھے اور اب وٹرنے ان کی فرمائش کے مطابق ان کے سامنے کافی رکھ دی تھی۔ عمران نے کافی بنائی اور وہ تینوں خاموشی سے کافی پینے لگے۔

ساڑھے گیارہ بجے وہ لوگ اٹھ گئے۔ بل صفدر ہی نے ادا کیا تھا۔ ہال سے باہر آکر عمران تو اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔ صفدر اور عمران ٹوسیٹر کی طرف چل دیے۔

لکپاونڈ سے باہر آکر عمران کی گاڑی تو دائیں طرف مڑ گئی اور عمران نے ٹوسیٹر کو بائیں طرف گھما دیا۔

صفدر کو اس کے فلیٹ کے سامنے چھوڑنے کے بعد عمران سیدھا دانش منزل پہنچا۔

”جوزف آگیا ہے کیا؟“ عمران نے جاتے ہی بلیک زیر دسے پوچھا۔

”جی ہاں! آدھا گھنٹہ پہلے آیا تھا اور اب شاید وہ اپنے کمرے میں سو رہا ہے کیونکہ وہ آتے ہی بستر پر لیٹ گیا تھا۔ شاید اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔“

بلیک زیر دسے نے جواب دیا۔

عمران اس کی بات کا جواب دیے بغیر جوزف کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

کرے کا دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا تو جوزف پلنگ پر سوار ہوا تھا۔

عمران نے اسے ایک دو مرتبہ پکارا لیکن جوزف پر کوئی اثر نہ ہوا وہ شاید بہت گہری نیند میں تھا۔

عمران دوسرے کمرے میں آگیا۔ بلیک زیر و کچھ دیر تک اس کے کمرے میں بیٹھا رہا پھر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ عمران بھی لباس تبدیل کر کے سونے کے لئے پلنگ پر لیٹ گیا۔

دوسرے روز صبح سویرے ہی عمران جوزف کے کمرے میں پہنچ گیا۔ جوزف کمرے میں موجود نہیں تھا۔

عمران اسے تلاش کرتا ہوا عقبی لان میں پہنچا۔ جوزف اسے یہاں ورزش کرتا ہوا نظر آیا۔

”جوزف ادھر آؤ۔“ عمران نے دور ہی سے پکارا۔

”اوہو! باس تم! رات کو یہیں پر تھے کیا۔؟“ جوزف دوڑتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔

”ہاں! میں یہیں تھا۔ لیکن تم کہاں تھے۔؟“

”یہیں تھا باس اپنے کمرے میں۔“

”یہاں آنے سے پہلے کہاں تھے۔؟“

”یہاں آنے سے پہلے۔“

جوزف سوچ میں پڑ گیا۔

”بتاؤ کہاں تھے؟“ عمران نے دوبارہ پوچھا۔
 ”مجھے معلوم نہیں باس! شاید میں کہیں بھی نہیں تھا۔“
 ”رات تمہارے ساتھ وہ لڑکی کون تھی جس کی کمر میں ہاتھ ڈالے تم لیڈو
 میں گھوم رہے تھے۔“

عمران نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا۔
 ”لڑکی کی کمر میں میرا ہاتھ۔ یہ تم نے بہت ہی عجیب سا مذاق کیا ہے باس!
 تم جانتے ہو کہ کسی عورت کے قریب جانا ہی میں اپنی توہین سمجھتا ہوں۔“
 جوزف نے جواب دیا۔

عمران اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ اسے جوزف کے چہرے یا
 نگاہوں میں اداکاری کے کوئی آثار نظر نہیں آئے۔

وہ چند لمحوں تک اس کی طرف دیکھتا رہا پھر اسے حیران و پریشان
 چھوڑ کر واپس آگیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ گزشتہ رات جوزف اپنے سینس میں نہیں تھا۔
 دن کو گیارہ بجے کے قریب وہ بکونی وغیرہ کے ہاں پہنچ گیا۔ انھوں نے بڑی
 گرجبوشی سے اس کا استقبال کیا۔ عمران وہاں ایک گھنٹہ تک بیٹھا رہا۔

اس دوران ان میں سے کسی نے بھی گزشتہ رات لیڈو میں ایک دوسرے
 کو دیکھ لینے کا تذکرہ نہیں کیا۔

ایک گھنٹے بعد عمران وہاں سے اٹھ گیا۔ وہ عجیب سی الجھن میں چڑ گیا تھا۔
 گزشتہ رات اس نے جوزف کو جس انداز میں بکونی وغیرہ کے ساتھ دیکھا تھا
 اس سے تو یہی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ لوگ جوزف کو اپنا دیوتا سمجھ رہے ہیں۔

شام تک وہ اپنے فلیٹ میں رہا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ بکوفی اور ہوگو سے اس سلسلے میں بات کرے گا۔

یہ فیصلہ کرتے ہی وہ فلیٹ سے نکل آیا اور ٹو سیٹر پر سوار ہو کر اس ہوٹل میں پہنچ گیا جہاں وہ لوگ ٹھہرے ہوئے تھے۔

لیکن وہاں پہنچ کر اسے ہوٹل کے کلرک سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ چار بجے کے قریب ہوٹل چھوڑ چکے ہیں کیونکہ انھیں پانچ بجے کی فلائٹ سے نیویارک پروا کرنا تھی۔ عمران یہ سنکر بری طرح چونک گیا۔

”کیا ان کے ساتھ کوئی حبشی بھی تھا۔ لمبا سا مضبوط جسم والا۔“

جی ہاں جناب! کل اسے پہلی مرتبہ میں نے ان کے ساتھ دیکھا تھا اور جناب وہ کچھ عجیب سے لوگ تھے۔ ان کے جانے کے بعد اس لڑکی کے کمرے سے یہ بت بھی ملا ہے۔ میں نے ایک بار اس لڑکی کو اس بت کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے بھی دیکھا تھا۔

کلرک نے کونٹر کی دراز سے ایک چھوٹا سا بت کا مجسمہ نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا۔

عمران نے بت اٹھالیا اور دوسرے ہی لمحہ اسے دیکھ کر چونک گیا۔ بت سنہرا دھات کا بنا ہوا تھا۔ شاید یہ سونے کا تھا۔ سر پر نکلتے ہوئے سورج کی کرنوں کی طرح کا تاج تھا اور بت کے چہرے کے نقش جو زون کی شکل اور بت کے چہرے کے نقوش میں معمولی سا بھی فرق نہیں تھا۔

ہوٹل کا کوئی نظر کرک شاید اس بت کی اہمیت یا قدر و قیمت کو نہیں سمجھ سکا تھا۔

وہ اس کی نظروں میں ایک معمولی سا بت تھا۔ یہی وجہ تھی کہ عمران کے طلب کرنے پر اس نے وہ بت بلا جیل و حجت اس کے حوالے کر دیا۔ عمران وہ بت لینے کے بعد وہاں نہیں رکا۔ ہوٹل سے نکل کر وہ ٹوسیٹر میں آکر بیٹھ گیا۔ ٹوسیٹر اسٹارٹ کرنے سے پہلے وہ کتنی دیر تک سوچتا رہا۔ بزنس کاروبار قبیلے کے یہ افراد جو بنظاہر بہت معصوم اور سادہ نظر آتے تھے اس قدر چالاک ثابت ہوئے کہ اسے چمکہ دے گئے۔

آج صبح جب عمران نے ان سے ملاقات کی تھی تو سردار ہوگو نے بتایا تھا کہ وہ ابھی چند روز یہاں رہنے کا ارادہ رکھتے ہیں کیونکہ ابھی تک ان کے دیوتا کا پتہ نہیں چلا اور جب تک انھیں اپنا دیوتا نہیں مل جاتا قبیلے میں واپس جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

لیکن ہوا اس کے برعکس۔ عمران ان کی سادہ لوحی کے چکر میں آ گیا اور ان کی طرف سے مطمئن ہو کر فلیٹ میں آ گیا اور وہ لوگ پانچ بجے کی

فلائٹ سے نیویارک پرواز کر گئے۔

عمران نے ٹوسیٹر اسٹارٹ کر دی اور اسے سڑکوں پر دوڑانے لگا۔
آخر میں ٹوسیٹر کا رخ ایئر پورٹ کی طرف ہو گیا۔

ایئر پورٹ پہنچ کر اس نے ٹوسیٹر پارکنگ پلاٹ پر کھڑی کی اور
ٹرینل بلاڈنگ میں داخل ہو کر انکوائری آفس کی کھڑکی کے سامنے کھڑا
ہو گیا جہاں ایک خوبصورت لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔

”یس پلیز۔ فرمائیے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتی ہوں۔“

”آج شام پانچ بجے نیویارک کے لئے کس کمپنی کے جہاز نے پرواز
کی ہے۔“ عمران نے پوچھا۔

”پین ایم ڈی سی ٹین پانچ بجکر تین منٹ پر فلائٹ نمبر این وائی تین سو دس
روانہ ہوئی تھی۔“

”شکریہ۔“

عمران پین ایم کے دفتر میں پہنچ گیا۔ وہاں سے معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ
عمران کے بتائے ہوئے ناموں اور حلیے کے مطابق پانچ افراد اس پرواز سے
نیویارک روانہ ہوئے ہیں۔ ان میں ایک خوبصورت لڑکی بھی تھی اور جوزف
نامی ایک لمبا ترنگا حبشی بھی۔ اس پرواز کے لئے انھوں نے ایک روز
پہلے ٹیس بک کروائی تھیں۔

نیویارک کے لئے اس کمپنی کی اگلی پرواز کل صبح آٹھ بجے روانہ ہوئی
تھی۔ اس سے پہلے نیویارک کے لئے کسی کمپنی کی کوئی پرواز نہیں تھی۔ عمران

نے صبح کی اس پرواز کے لئے آٹھ نشستیں محفوظ کروالیں اور واپس آگیا۔
 دانش منزل پہنچ کر اس نے بلیک زیرو کو حالات سے آگاہ کیا۔ جوت
 کے اغوا کی خبر سنکر بلیک زیرو بھی پریشان ہو گیا تھا۔

”یہ چونکہ کوئی سرکاری کام نہیں ہے اس لئے اس ہم کے تمام اخراجات
 میرے ذمہ ہوں گے اور تم یہیں پر رہو گے تاکہ بعد میں حالات پر نظر رکھ سکو۔“
 ”میرا تو خیال تھا کہ میں بھی آپ کے ساتھ ہی چلتا۔“

”نہیں۔ یہاں ایک آدمی کی موجودگی ضروری ہے۔ تم فون پر ٹیم کے تمام
 ممبروں کو اطلاع کر دو کہ وہ ایک لمبے سفر کی تیاری کر کے صبح ساڑھے پانچ
 بجے ایئر پورٹ پہنچ جائیں۔“

”تو کیا آپ پونگا رو قبیلہ تک سفر کریں گے؟“ بلیک زیرو نے پوچھا۔
 ”کوشش کی جائے گی کہ انھیں راستہ ہی میں گھیر لیا جائے کیونکہ اگر
 وہ اپنے قبیلے میں پہنچ گئے تو ہمارے لئے مشکل پیدا ہو جائے گی۔ لیکن اگر وہ
 راستہ میں ہمارے قابو میں نہ آ سکے تو مجبور رہے ہم ان کے قبیلے تک سفر کریں گے۔“
 ”میں ابھی سب کو مطلع کیے دیتا ہوں۔ جولییا یا عمرانہ تو نہیں جائیں گی۔“
 ”یہ دونوں بھی جائیں گی۔“

”بہتر اور کیا نیویا رک میں اپنے نمائندے کو اطلاع کر دوں۔“
 ”ہاں۔ انھیں آج پانچ بجے یہاں سے روانہ ہونے والی بین ایم کی پرواز
 کا نمبر بتا دو اور جوت وغیرہ کے متعلق بتا کر ہدایت کر دو کہ وہ صرف اتنا چیک
 کرے کہ نیویا رک سے یہ لوگ کس طرف روانہ ہوتے ہیں۔ انکا ہچکا کر نیکی ضرورت نہیں ہے۔“

”بہتر ہے۔“

”او کے۔ میں جا رہا ہوں۔ مجھے ابھی بہت سے دیگر انتظامات کرنے ہیں۔“
 ”آپ کے بعد اگر سرسلطان پوچھیں تو کیا کہا جائے۔“ بلیک زیرو نے پوچھا۔
 ”تم انہیں صحیح حالات سے آگاہ کر دو گے۔ او کے، گڈ بائی۔ اب واپسی پر
 ہی ملاقات ہوگی۔“

”اچھا۔ خدا حافظ۔“ بلیک زیرو مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔

عمران دانش منزل سے نکل آیا۔ رات گیارہ بجے تک وہ روانگی کے انتظامات
 کے سلسلے میں مختلف جگہوں پر جاتا رہا۔ اس طرف سے فارغ ہو کر وہ اپنے فلیٹ
 آگیا اور اپنی تیاری کرنے لگا۔ ظاہر ہے ایک خطرناک مہم پر روانگی کے لئے اس
 کی تیاری کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ اسی تیاری میں اسے تین بج گئے۔ وہ چار بجے
 تک بیٹھا ان ہی لوگوں کے متعلق سوچتا رہا جنہوں نے اپنی سادہ لوحی سے اسے
 بڑے شاندار طریقے سے بے وقوف بنایا تھا۔ اب عمران اپنی اس حماقت پر کچھتا رہا
 تھا کہ جوزف کو پہلی مرتبہ ان کے ساتھ دیکھنے کے فوراً بعد ہی اس نے ان لوگوں کی
 نگرانی شروع کیوں نہ کروادی۔ ایسی صورت میں وہ جوزف کو لے کر اس ملک
 سے باہر نہیں جاسکتے تھے۔

لیکن اب اگر یہ حماقت ہو ہی چکی تھی تو اس پر کچھتانے سے کوئی فائدہ تو نہیں
 تھا۔ یہ تو ہونے سے رہا کہ وہ لوگ واپس آکر جوزف کو اس کی خدمت میں پیش
 کر دیں۔ اب تو جوزف ان کا دیوتا تھا اور برازیل کے قبائلیوں سے ان کے دیوتا
 کو چھینا ایسا ہی تھا جیسے موت سے اس کا شکار چھیننے کی کوشش کی جائے۔ عمران

نے طے کر لیا تھا کہ وہ جوزف کو ہر صورت میں واپس لائے گا۔ ساڑھے چار بجے اس نے عمران کو فون کیا۔ تیسری گھنٹی پر ہی کال رسیو کر لی گئی۔
 ”نیس۔ عمران۔“

”رات بھر سوتی نہیں کیا؟“ عمران نے پوچھا۔
 ”نہیں۔ ابھی ابھی اٹھی ہوں اور ایئر پورٹ جانے کی تیاری کر رہی ہوں۔“
 ”ایسا کرو کہ چند منٹ پہلے روانہ ہو جانا۔ راستہ میں جولیاء اور صفر کو بھی اٹھا لینا۔“

”بہتر ہے، اور کوئی حکم۔“
 ”کچھ نہیں، شکریہ۔“
 عمران نے سلسلہ منقطع کیا اور دوسری مرتبہ جولیاء کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ جولیاء بھی بیدار ہو چکی تھی۔ عمران نے اسے بتایا کہ وہ اپنے فلیٹ پر عمران کا انتظار کرے۔ وہ اسے لینے کے لئے پہنچ جائے گی۔

صفر کو بھی اسی قسم کی ہدایت دینے کے بعد اس نے چوہان کے نمبر ڈائل کئے۔

”نیس چوہان آن دی لائن۔“

”کیا تم تیار ہو۔“

”بالکل، اس وقت چائے بنا رہا ہوں تاکہ روانگی سے پہلے اپنے گھر کی چائے پی لوں۔ پتہ نہیں واپس آنا نصیب ہوتا بھی ہے یا نہیں۔“ چوہان کی آواز ابھری۔

پانی کچھ زیادہ رکھ لینا۔ میں بھی پہنچ رہا ہوں۔ وہاں سے اٹھتے ہی ایریوٹ روانہ ہوں گے۔“

”بہتر۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔“

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا اور اپنے تیاری کا آخری جائزہ لینے کے بعد سلیمان کو جگادیا۔

سلیمان کو اس کے پروگرام کا قطعاً علم نہیں تھا۔ لہذا وہ اطمینان سے سو رہا تھا۔

اُسے صاحب! یہ نور کے تڑکے آپ گھر چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں؟ سلیمان نے حیرت سے پوچھا۔

اس کے جواب میں اس نے سلیمان کو جوزف کے اغوا کی ساری داستان سنا دی اور بتایا کہ وہ لوگ اس کی بازیابی کے لئے برازیل کے جنگلات کے اس پار ایک خطرناک سفر پر جا رہے ہیں۔

”میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا صاحب! یہ کیا شرافت ہے کہ میرے عزیز دوست جوزف پر ایسی مصیبت گذر رہی ہے اور آپ نے مجھے کچھ نہیں بتایا۔“

”نہیں پیارے سلیمان! تو نہیں جاسکتا۔“

”کیوں نہیں جاسکتا صاحب۔“

سلیمان نے اسے گھورا۔

”اُس لئے کہ تیرا دوست جوزف کسی مصیبت میں مبتلا نہیں ہے۔ وہ تو ان

کا دیوتا بن چکا ہے اور عیش کر رہا ہو گا۔ ہاں البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ اگر تو ساتھ گیا تو وہ تجھے پکڑ کر دیوتا کا بچاری بنا دیں گے۔“

”تو کیا ہو صاحب! میں اپنے دوست کا بچاری بھی بن جاؤں گا۔“
 لیکن تو نہیں جائے گا۔ بس کہہ دیا۔ اب سامان اٹھا کر نیچے لے چل اور بعد میں طاہر کوفون کر کے کہہ دینا کہ وہ ایئر پورٹ سے ٹوسیٹر لے آئے ڈپٹی کیٹ چابی اس کے پاس موجود ہے۔“

”کہہ دوں گا صاحب! لیکن آپ بھی ایک وعدہ کریں۔“
 ”کیا؟“

عمران سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔
 ”اگر آپ جوزف کو واپس نہ لاسکے تو خود بھی لوٹ کر نہیں آئیں گے۔“
 ”کیا؟“

عمران نے حلق پھاڑ کر کہا۔
 ”تو چاہتا ہے کہ میں اس کالے دیو کے لئے گھر بار چھوڑ دوں اور واپس نہ آؤں اور میرے بعد تو میری جائیداد پر قبضہ کر لے۔“
 ”میرا مطلب یہ نہیں صاحب۔“

سیلمان گڑ بڑا گیا۔
 ”تو پھر کیا مطلب ہے؟ جلدی بتا۔“

عمران نے اسے گھورا۔
 ”میرا مطلب ہے کہ آپ جوزف کی بازیابی کے لئے اپنی کوششیں

جاری رکھیے چاہے آپ کو ساری زندگی برازیل اور افریقہ کے جنگلوں میں بھٹکنا
 پڑے۔ آخر جوزف کوئی غیر تو نہیں۔ اپنا ہی آدمی ہے۔ اپنوں کے لئے تو لوگ
 اپنی جانیں تک قربان کر دیتے ہیں۔ رہا جائیداد کا مسئلہ تو وعدہ کرتا ہوں کہ
 میں اس کی حفاظت کروں گا۔ اگر آپ زندگی میں کبھی لوٹ کر نہ آسکے تو آپ
 کی منقولہ وغیرہ منقولہ جائیداد کا ایک ٹرسٹ قائم کر دوں گا۔ اس ٹرسٹ کا
 مینیجر میں خود ہوں گا تاکہ کسی دوسرے کو تنخواہ نہ دینی پڑے۔“

”اچھا۔ لیکن ٹرسٹی کی اولاد۔ اب میرا سامان اٹھا کر نیچے لے چل۔ دیر
 ہو رہی ہے۔“

عمران نے اسے گھورا۔

”کسی ٹرسٹ کے مینیجر کا یہ کام تو نہیں کہ وہ قلیوں کی طرح سامان
 ڈھوتا پھرے۔“

”سامان اٹھاتا ہے یا بناؤں تجھے ٹرسٹ کا مینیجر۔“

عمران نے اسے گھورا۔

اس کے خطرناک تیور دیکھ کر سلیمان جلدی سے کمرے میں رکھے ہوئے
 سامان کی طرف بڑھ گیا۔

یہ سامان دو بڑے اٹیچی کیس پر مشتمل تھا۔ دونوں اٹیچی کیس خاصے
 بھاری تھے۔

سلیمان نے ایک اٹیچی کیس کنڈے پر رکھ لیا اور دوسرا ہاتھ میں پکڑ لیا

اور دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

”اچھی کیس بہت بھاری ہیں صاحب! مجھے شبہ ہے کہ آپ ایئر پورٹ پر ہی اسمگلنگ کے الزام میں دھرلے جائیں گے۔“

عمران کوئی جواب دینے کی بجائے اسے صرف گھور کر رہ گیا۔

نیچے آکر اس نے گیراج سے ٹوسٹر نکالی اور ڈکی کھول دی۔ سامان کو ڈکی میں رکھوانے کے بعد وہ اسمگلنگ کے سامنے آکر بیٹھ گیا اور چابی گھما کر انجن اسٹارٹ کرنے لگا۔

انجن اسٹارٹ کر کے اس نے سلیمان کی طرف رخ کر کے الوداعی انداز میں ہاتھ ہلایا۔

”خدا حافظ صاحب! خدا آپ کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ میری دعا ہے کہ آپ جو زون کو لے کر جلدی لوٹ آئیں۔“

سلیمان اس کی خیر و عافیت اور سلامتی کی دعائیں مانگتا رہا اور عمران نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

جب وہ چوہان کے فلیٹ پر پہنچا تو سواپا پنج بج چکے تھے۔ چوہان اسی کا منتظر تھا۔

چائے کے ساتھ اس نے چند سلائس بھی تیار کر لئے تھے۔

اگلے دس منٹ میں انھوں نے ہلکا سا ناشتہ کیا اور چوہان کا سامان اٹھا کر باہر نکل آئے۔ پانچ بجکر پینتیس منٹ پر وہ ایئر پورٹ پہنچ گئے۔

ان کے تمام ساتھی وہاں پہنچ چکے تھے۔

عمران نے ان سب کے پاس پورٹ جھ کئے اور امیگریشن روم

میں چلا گیا۔

سینکڑ سروس کے رکن ہونے کی وجہ سے انہیں ہر وقت یہ سہولت حاصل تھی کہ وہ جب بھی ملک سے باہر جانا چاہیں متعلقہ ملک کے سفارت خانے میں ویزا کے لئے بھاگ دوڑ کرنے کی بجائے ایئرپورٹ امیگریشن آفس ہی سے اپنے پاسپورٹ پر ویزا کی اسٹمپ لگوا سکتے تھے۔

اس کام میں دس بارہ منٹ لگ گئے۔ ایئرپورٹ کسٹمر نے بھی انکا سامان چیک کئے بغیر اوکے کر کے جہاز پر پہنچا دیا۔

اور جب یہ لوگ خود جہاز پر پہنچے تو پرواز کرنے میں صرف دو منٹ باقی تھے۔

عمران اور تنویر کی سیٹ دائیں قطار میں سب سے پیچھے تھی۔ اس سے آگے بائیں طرف جوہان اور عمران کی سیٹ تھی۔ جولیا آگے دو دوسرے مسافروں کے ساتھ بیٹھی تھی۔ صدیقی اور خاور عمران والی قطار کے وسط میں کہیں بیٹھے تھے اور نہانی کو بائیں قطار میں سب سے آگے ایک یورپین لڑکی کے ساتھ سیٹ ملی تھی۔

دیوہیل جہاز کے اسجن اسٹارٹ ہو چکے تھے جن سے سارا ایئرپورٹ گونج اٹھا تھا۔

چند لمحوں میں جہاز آہستہ آہستہ رینگتا ہوا رن وے کے آخری سرے پر پہنچ گیا۔

ایک دو سیکنڈ جہاز کا رخ تبدیل کرنے میں لگے۔ رخ تبدیل ہوتے ہی

ٹاور سے سگنل دیا گیا۔

سگنل ملے ہی دیوہیل ڈی سی ٹین رن وے پر دوڑنے لگا۔
اس کی رفتار گزرنے والے ہر لمحہ کے ساتھ تیز سے تیز تر ہوتی
جا رہی تھی۔

اور پھر رن وے کے آخری سرے تک پہنچنے سے پہلے ہی جہاز
کے پیہیوں نے ایک تیز گڑ گڑاہٹ کے ساتھ زمین چھوڑ دی۔
عمران سیٹ کے سرے پر بیٹھا ہوا تھا اور اس نے حفاظتی سیٹ
بھی نہیں باندھا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جہاز نے جیسے ہی ایک زبردست
جھٹکے کے ساتھ زمین چھوڑی وہ اپنی سیٹ سے اچھل کر درمیانی راستے
پر آن گرا۔ اس کے منہ سے ایک تیز چیخ نکلی۔

اور وہ سنبھلنے کی بجائے سیٹوں کے درمیانی راستے پر لڑھکنے لگا۔
اس کے منہ سے مسلسل چیخیں نکل رہی تھیں چیخوں کی آواز سن کر تمام مسافر
اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

کچھ لوگ چیخ چیخ کر اسے مشورے دینے لگے کہ وہ کسی سیٹ کو تھام لے
تاکہ مزید لڑھکنے سے بچ جائے۔

عمران نے اس مشورے پر عمل بھی کر ڈالا۔

لیکن اس نے کوئی سیٹ تھامنے کی بجائے ایک سیٹ پر بیٹھی ہوئی ایک
بوڑھی امریکن عورت کا بازو تھام لیا۔

بازو تھامتے ہی وہ اٹھ کر خوفزدہ انداز میں اس بوڑھی عورت سے

لپٹ گیا۔ نتیجتاً اس عورت کے حلق سے بھی چیخیں نکلنے لگیں۔

بلندی پر پہنچنے کے بعد جہاز کی پرواز ہوا رہو چکی تھی۔

ایئر ہوسٹس چیخوں کی آواز سنکر اپنے کیبن سے نکلی اور دوڑتی ہوئی

اس جگہ پہنچ گئی جہاں عمران ابھی تک اس امریکن عورت سے لپٹا ہوا تھا۔

”کیا ہوا، کیا ہوا جناب؟“

ایئر ہوسٹس نے حیرت سے پوچھا۔

”لگ، کچھ نہیں۔ شاید جہاز نے مجھے دھکا دیا تھا۔“

عمران ہٹکایا۔

ایئر ہوسٹس سمجھ گئی کہ یہ حضرت بے وقوفی کا شکار ہوئے ہیں۔ وہ اسے بازو

سے پکڑ کر اس کی سیٹ پر لے آئی۔

سیٹ پر بیٹھتے ہی عمران نے حفاظتی پیٹی لپیٹ لی جب کہ پرواز ہوا رہو نے

کے بعد دوسرے لوگ بلیٹ کھول رہے تھے۔

ایئر ہوسٹس مسکراتی ہوئی ایک طرف چلی گئی۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد جہاز کی چاروں ایئر ہوسٹس مسافروں میں ناشتہ

تقسیم کرنے لگیں۔

عمران بھی سیٹ پر حفاظتی بلیٹ باندھے ناشتہ کر رہا تھا۔ ساتھ ہی وہ

خوفزدہ نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھ بھی رہا تھا۔

دوسرے روزرات دو بجکر بارہ منٹ پر جہاز نے نیویارک ایئرپورٹ پر لینڈ کیا۔

اس وقت بھی ایئرپورٹ پر دن کا سا سماں تھا۔ ایئرپورٹ کا پورا علاقہ روشنی میں نہایا ہوا تھا۔

لا تعداد رن وے تھے اور ہر رن وے پر کوئی نہ کوئی طیارہ لینڈ کر رہا تھا یا پرواز کے لئے پرتول رہا تھا۔

جہاز سے اتر کر یہ لوگ ٹرمینل کی طرف بڑھے۔ ٹرمینل کی وزیٹر گیلری میں لوگوں کا ایک اژدھام تھا۔

لوگ جہاز سے اترنے والوں کو اشارہ کر رہے تھے۔ اسی اژدھام میں ایکسٹوکانمائندہ بھی تھا۔

وہ عمران ہی کا ہم وطن تھا جو ایک تاجر کی حیثیت سے طویل عرصے سے یہاں مقیم تھا۔

اور اپنے ملک کے مفاد کے لئے ایک سیکرٹ ایجنٹ کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ اس نے دور ہی سے عمران کو دیکھ کر ہاتھ ہلادیا جو اب

عمران نے بھی ہاتھ لہرایا۔

پاسپورٹ کی چیکنگ اور کسٹمز وغیرہ سے فارغ ہونے میں تقریباً
پون گھنٹہ لگ گیا۔

جب وہ کسٹمز ہال سے باہر نکلے تو دروازے پر ایکسٹوکائیڈ کا ایجنٹ
ان کا منتظر تھا۔

”ہیلو نصیر“ عمران نے آگے بڑھ کر اس سے ہاتھ ملایا۔

”ہیلو عمران صاحب! آپ کو دوبارہ یہاں دیکھ کر خوشی ہوئی۔“
نصیر نے مسرت کا اظہار کیا۔

”نہ بھی ہوتی تو کیا کر لیتے بس اب جلدی سے کسی ٹھکانے پر پہنچو۔
میرے پیٹ میں سخت گڑ بڑ ہو رہی ہے۔ جہاز میں موقع ہی نہیں ملا۔“ عمران
پیٹ دباتے ہوئے بولا۔

”چلیے باہر گاڑیاں منتظر ہیں۔“ نصیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

وہ سب یاہر چل دیئے۔ ان کا سامان باہر کھڑی ہوئی گاڑیوں
میں پہنچا دیا گیا۔

نصیر کی ایک اپنی گاڑی تھی اور باقی ٹیکسیاں جنھیں نصیر نے پہلے ہی
انگیج کر رکھا تھا۔ عمران نصیر کے ساتھ اس کی گاڑی میں بیٹھ گیا۔

”کہو۔ ان لوگوں کے متعلق کچھ معلوم ہوا۔“ عمران نے پوچھا۔

”جی ہاں۔ وہ لوگ آج صبح یہاں پہنچے تھے اور پانچ بجے شام ایک ڈکھڑا
چارٹر کر کے ممبئی چلے گئے۔“ نصیر نے بتایا۔

”اوہ۔ وہ لوگ بہت چالاک نکلے۔ بہر حال ان لوگوں کو اپنی رہائش گاہ
بہر چھوڑنے کے بعد معلوم کرنا کہ کوئی جہاز راں کمپنی زیادہ سے زیادہ کتنی دیر تک
ہمارے لئے ٹمبکٹو تک کوئی طیارہ چارٹر کر سکتی ہے۔“

”میں پہلے ہی معلوم کر چکا ہوں اور میں نے اس کا بندوبست بھی کر لیا ہے۔“
”کیا مطلب؟“

”مجھے معلوم تھا کہ ان کی روانگی کا سنکر آپ بھی جلد سے جلد ٹمبکٹو پہنچنا چاہیں
گئے۔ میں نے تین چار جہاز راں کمپنیوں سے بات کی تھی لیکن ٹمبکٹو کی طرف موسم کی
مسلل خرابی کے باعث اپنی پروازیں ملتوی کر دی ہیں۔ صرف ایک کمپنی دہرے
معاوضے پر طیارہ دینے پر راضی ہوئی ہے اور وہ بھی کل دو پہر بارہ بجے
سے پہلے پرواز کے لئے تیار نہیں۔“

”پھر۔؟“ عمران نے پوچھا۔

”مجبوری ہے۔ میں نے اس کمپنی سے بات طے کر لی ہے۔“

”چلو اچھا ہوا۔ اور کوئی خاص بات؟“

”اور خاص بات یہ کہ کرنل فریدی اور کیپٹن حمید مجتہ اپنے دیو قاسم
ان دنوں نیویارک میں موجود ہیں۔“ نصیر نے مسکرا کر بتایا۔

”اوہو۔ کیا واقعی؟“

”جی ہاں آج شام کیپٹن حمید اور قاسم سے ایک نائٹ کلب میں ملاقات

بھی ہوئی تھی۔ وہ لوگ اسکاٹی ہاک ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔“

”گڈ۔ لیکن کیا تم نے معلوم کیا کہ یہاں ان کی تشریف آوری کس سلسلے میں ہوئی ہے؟“

کیپٹن حمید کا کہنا تو یہی ہے کہ وہ محض تفریح کی غرض سے آئے ہیں ایک دو روز میں واپس چلے جائیں گے۔

”کرنل تفریحات میں وقت گنوانے والا آدمی نہیں۔“
”کرنل سے ابھی تک میری ملاقات نہیں ہو سکی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی مشن پر ہی

یہاں آئے ہوں۔“

”کیا تم نے انھیں ہمارے متعلق بتایا تھا۔“

”جی نہیں۔ میں نے یہ سوچ کر نہیں بتایا تھا کہ شاید آپ اسے پسند نہ کریں۔“

”چلو ٹھیک ہے ہم صبح مل لیں گے۔ بہت عرصہ سے ملاقات نہیں ہوئی۔“

عمران سیٹ کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے بولا۔

عمران جو کچھ سیٹ پر بیٹھی ہوئی بڑی دلچسپی سے ان کی گفتگو سن رہی تھی انھیں خاموش ہوتے دیکھ کر بولی۔

”عمران بھائی! ایک عرصہ سے کرنل فریدی سے ملاقات کی خواہش دل میں

پھل رہی ہے۔ کیا آپ مجھے ان سے نہیں ملائیں گے۔؟“

”ملا تو دوں لیکن ڈرتا ہوں کہ ان سے ملاقات کے بعد اگر تم گھر کا راز

بھول گئیں تو میں کہاں کو کیا جواب دوں گا۔“ عمران شرارت آمیز لہجے میں بولا۔

”کیا مطلب؟“

”کرنل فریدی سے ملاقات کے بعد اکثر لڑکیاں گھر کا راز بھول جاتی ہیں۔

کچھ ایسی لڑکیوں کو بھی جانتا ہوں جو پاگل خانے میں پہنچ چکی ہیں۔ کرنل کچھ ایسا ہی جا

قسم کا انسان ہے کہ وہ اپنے سے ملنے والی لڑکیوں کو پاگل بنا دیتا ہے۔“

”لیکن مطمئن رہیے میرا شمار ان لڑکیوں میں نہیں ہوگا۔“
عمرانہ مسکرائی۔

”تب ٹھیک ہے۔ صبح تحقیق لے چلوں گا۔“
”اؤہ شکریہ۔“

عمرانہ خوش ہو گئی۔

باقی راستہ تقریباً خاموشی ہی میں گٹا کیونکہ عمران نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر اد نگھنا شروع کر دیا تھا۔

تقریباً پون گھنٹے بعد یہ لوگ نصیر کی رہائش گاہ پر پہنچے۔ یہ ایک بہت بڑی کوٹھی تھی اور نصیر پہلے ہی ان کے لئے انتظامات کر چکا تھا کیونکہ ایکسٹو نے اسے ایک روز پہلے ان کی آمد کی اطلاع دے دی تھی۔

عمران تو نصیر کی رہائش گاہ پر پہنچتے ہی سو گیا تھا۔ دوسرے افراد کچھ دیر تک باتیں اور سفر پر تبصرہ کرتے رہے۔

عمرانہ اور جولیا ایک ہی کمرے میں تھیں اور نطا ہر ہے کہ جہاں دو عورتیں ہوں وہاں کبھی خاموشی نہیں ہو سکتی۔ یہ دونوں بھی تقریباً چار بجے تک باتوں میں الجھی رہیں۔

صبح عمران نے اپنے تمام ساتھیوں کو اس بات کی اجازت دے دی کہ وہ جہاں چاہیں گھوم سکتے ہیں لیکن گیارہ بجے انھیں ہر حالت میں واپس آنا ہوگا اور وہ خود عمرانہ اور جولیا کو لے کر فریدی وغیرہ سے ملاقات کرنے کے لئے ہوٹل سکائی ہاک کی طرف روانہ ہو گیا۔ ہوٹل کا کمرہ نمبر وغیرہ اس نے

نصیر سے معلوم کر لیا تھا اور نصیر کو ایئر پورٹ بھیج دیا تھا تاکہ وہ روانگی کے آخری انتظامات کر سکے۔

ہوٹل سکائی ہاک کی عمارت پچھتر منزلوں پر مشتمل تھی۔ ہر منزل ایک مکمل ہوٹل کی حیثیت رکھتی تھی جس میں ڈانسنگ ہال، بار روم، سموکنگ روم، ڈیننگ روم اور ڈانسنگ ہال تک موجود تھے۔

یہ صرف اس لئے تھا کہ اوپر والی منزلوں پر قیام پذیر مسافروں کو کھانے پینے یا تفریحی پروگراموں میں حصہ لینے کے لئے پختی منزلوں پر نہ آنا پڑے۔

فریدی، کیپٹن حمید اور قاسم کا قیام اکسٹھویں منزل پر تھا۔ عمران، جولیا اور عمرانہ کو وہاں تک پہنچنے میں کسی قسم کی دشواری نہیں ہوئی کیونکہ آمد و رفت کے لئے خود کار لفٹیں موجود تھیں۔

عمران کمروں پر لگے ہوئے نمبر پڑھتا ہوا راہداری میں چلتا گیا اور ایک دروازے کے سامنے رک گیا جس پر پتیل کے ہند سے ۸۸ کا نمبر ظاہر ہو رہا تھا۔

اس نے جولیا اور عمرانہ کو وہیں رکنے کا اشارہ کیا اور ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر اس کو گھمانے لگا۔ وہ بغیر اطلاع کے اندر داخل ہو کر کرنل وغیرہ کو حیران کر دینا چاہتا تھا اور اسی لئے اس نے جولیا اور عمرانہ کو باہر ہی رکنے کا اشارہ کیا تھا۔

ہینڈل گھما کر اس نے آہستگی کے ساتھ دروازہ کھول کر اندر جھانکا

سامنے والا کمرہ خالی ہی تھا۔ وہ اندر داخل ہو گیا اور مسکراتا ہوا اندرونی دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ یہ پہلا کمرہ سٹنگ روم تھا اور اگلا کمرہ شاید بیڈ روم تھا۔

دوسرے دروازے کے سامنے رک کر وہ چند لمحوں تک سامنے ٹٹکے ہوئے پردے کو گھورتا رہا پھر یکایک پر وہ اٹھا کر اندر داخل ہو گیا لیکن دوسرے ہی لمحہ اس کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔

کمرے کے وسط میں ایک یورپین لڑکی بالکل برہنہ حالت میں کھڑی تھی۔ وہ شاید ورزش کر رہی تھی۔ اس کا لباس قریب ہی پلنگ پر پڑا تھا۔ عمران حیرت سے آنکھیں پھاڑے اس لڑکی کو گھورتا رہا۔ برہنہ لڑکی بھی پہلے تو اپنے کمرے میں ایک اجنبی کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔ پھر وہ چیخ کر اپنے لباس کی طرف پلکی اور عمران بھی باپ رے کا نعرہ لگاتا ہوا پلٹ کر باہر کی طرف دوڑا۔

وہ بڑی عجلت میں باہر نکلا تھا۔ دروازے کے سامنے ہی جو لیا کھڑی تھی۔ عمران بدحواسی میں اس سے ٹکرا گیا اور دونوں گرتے گرتے بچے۔
”کیا ہوا۔ آپ اتنے بدحواس کیوں ہو رہے ہیں۔“

عمران نے پوچھا۔

”آندر، ان تینوں میں سے کسی ایک کی جنس تبدیل ہو گئی ہے۔“

”کیا مطلب؟ کہیں آپ غلط کمرے میں تو نہیں گھس گئے۔“

”نہیں۔ کمرہ ٹھیک ہے۔ نصیر نے ایک سواٹھا سی نمبر ہی بتایا تھا۔“

عمران دروازے پر لگے ہوئے نمبر کی طرف دیکھنے لگا۔ دوسرے ہی لمحہ اسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔

اس کمرے کا نمبر دراصل ایک سوا ٹھتر تھا۔ ہند سے پتیل کے بنے ہوئے تھے جنھیں سکریوز کی مدد سے لگایا گیا تھا۔

سات کے ہند سے کے دائیں طرف کناروں والے سکریوز نکلے ہوئے تھے اور سات کا ہندسہ نیچے لٹک کر آٹھ کے ہند سے میں تبدیل ہو گیا تھا۔ اور اس طرح کمرے کا نمبر ایک سوا ٹھتر کی بجائے ایک سوا اٹھاسی بن گیا تھا۔

اس عظیم الشان ہوٹل کے منتظمین نے ایک نئی جدت سے کام لیا تھا۔ انھوں نے ہوٹل کی ہر منزل کو دنیا کی مختلف تہذیبوں کے لحاظ سے دیکور کیا تھا۔

مثلاً ایک منزل انگریز تہذیب کی عکاس تھی۔ اس منزل کی ہر جگہ سے اسی تہذیب کی جھلک ملتی تھی۔ اسی طرح اکسٹریم میں مشرقی تہذیب و معاشرت کی عکاسی کرتی تھی اور یہاں کے کمروں کے نمبر بھی اردو میں لکھے ہوئے تھے۔

عمران ابھی وہاں سے بھاگنے کی سوچ ہی رہا تھا کہ ایک جھپٹے کے ساتھ دروازہ کھلا اور وہی لڑکی جسم پر باریک گون لپیٹے باہر نکلی۔ یہ الگ بات ہے کہ اس گون میں بھی وہ برہنہ ہی نظر آ رہی تھی۔

”تم بلا اجازت میرے کمرے میں کیوں گھس آئے تھے مسٹر۔“ لڑکی

باری باری ان تینوں کو گھورتے ہوئے عمران سے پوچھا۔

”تم۔ معافی چاہتا ہوں مس! دراصل غبر کی غلطی ہو گئی تھی۔ ہمیں کمرہ نمبر ایک سوا اٹھاسی میں جانا تھا جہاں ہمارے ایک دوست کرنل فریدی مقیم ہیں۔ آپ دیکھ رہی ہیں کہ اس کمرے پر بھی سات کا ہندسہ آٹھ میں تبدیل ہو کر وہی نمبر ظاہر کر رہا ہے۔“

عمران نے جواب دیا۔

”تم کیپٹن حمید کی بات تو نہیں کر رہے۔“ لڑکی نے پوچھا۔

”ہاں ہاں۔ بالکل وہی۔“

وہ سامنے کی طرف تیسرا کمرہ ان ہی کا ہے۔“

لڑکی نے مسکرا کر اشارہ کیا۔

”شکریہ۔“

عمران، جولیا اور عمرانہ کے ساتھ آگے چل دیا۔ وہ لڑکی دروازے میں کھڑی کچھ دیر تک عجیب سی نگاہوں سے انھیں دیکھتی رہی پھر کمرے میں گھس گئی اور عمران سوچ رہا تھا کہ کیپٹن حمید یہاں اچھی خاصی شہرت پا چکا ہے۔

وہ لڑکی کے بتائے ہوئے کمرے کے سامنے پہنچ کر رک گیا۔ دروازے

پر ایک سوا اٹھاسی کا ہندسہ نظر آ رہا تھا۔

لیکن اس مرتبہ عمران نے کوئی حماقت نہیں کی۔ اس نے کال بیل کے بٹن

پر انگلی رکھ دی۔

چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور کیپٹن حمید کا چہرہ نظر آیا۔ کیپٹن حمید کے

چہرے پر ایک لمحہ کے لئے حیرت کے تاثرات ابھرے لیکن چہرے کے تاثرات فوراً ہی تبدیل ہو گئے۔

”ویری سوری مسٹر عمران! میں اور کرنل صاحب اس وقت دنیا کے انتہائی اہم مسئلے پر گفتگو کر رہے ہیں اس لئے آپ کو اندر آنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ ایک گھنٹے بعد تشریف لائیے۔“

”انسלט، گریٹ انسלט۔ ان خواتین کے سامنے تم نے میری سخت توہین کی ہے کیپٹن۔ میں کرنل کی عدالت میں تم پر ہتھک عزت کا دعویٰ دائر کر دوں گا۔“

”خواتین۔؟“

کیپٹن حمید نے چونک کر دروازہ پوری طرح کھول دیا۔ وہ پہلے جولیا اور عمرانہ کو نہیں دیکھ سکا تھا۔

لیکن دروازہ پوری طرح کھولنے کے بعد اس کی نظر میں جولیا کے چہرے سے پھلتی ہوئی جیسے ہی عمرانہ کے چہرے پر رکیں اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی جھلک ابھر آئی۔

”ایک تو پتھر ہے جس میں جونک نہیں لگ سکتی۔ دوسری خاتون کے متعلق فی الحال کچھ نہیں کہہ سکتا۔ بہر حال تشریف لے آئیے مسٹر عمران! آپ کو یہاں دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی۔“

”مجھے دیکھ کر خوشی ہوئی یا ان خواتین کو دیکھ کر۔“

عمران مسکرایا۔

”ایک ہی بات ہے۔ تشریف لائیے۔“

عمران ان دونوں کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ پہلا کمرہ خالی تھا۔ دوسرے کمرے میں کرنل فریدی اور قاسم موجود تھے۔

عمران کو دیکھ کر کرنل فریدی کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور قاسم کھالہ جاد کا نعرہ لگاتا ہوا اس سے لپٹ گیا۔

”میرا خیال ہے کہ میں نے ابھی تک آپ لوگوں سے شیک ہینڈ نہیں کیا۔“
کیپٹن حمید بولا۔

اب بھی وقت نہیں گیا کیپٹن! ضرور شیک ہینڈ کر لو۔ لیکن خیال رہے کہ شیک زیادہ نہ ہو۔“

عمران نے مسکرا کر اس سے ہاتھ ملایا۔

عمران کے بعد کیپٹن حمید نے جویا سے ہاتھ ملایا اور پھر اپنا تعارف کراتے ہوئے عمرانہ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

”مجھے کیپٹن حمید کہتے ہیں۔ کرنل فریدی جیسے خشک ترین انسان کا اسسٹنٹ ہوں۔“

”آداب عرض ہے کیپٹن۔“

عمرانہ نے ہاتھ ملانے کے بجائے خالص مشرقی انداز میں ہاتھ اٹھا کر سلام کیا۔

اور بیچارہ کیپٹن اس کی طرف دیکھتا رہ گیا۔

”گریٹ انسٹ۔“

عمران زیر لب بڑبڑایا۔

”تم اور تمہارے دوستوں سے اسلٹ کے علاوہ اور کس چیز کی توقع

کی جاسکتی ہے۔“

کیپٹن حمید کے لہجے میں ناگواری تھی۔

فریدی اور عمران مسکرا دیئے۔ بعد میں عمران نے ان سے عمرانہ کا تعارف

کروادیا۔

”ہاں! مجھے اس کے متعلق اطلاع ملی تھی۔“ فریدی نے کہا پھر وہ عمران سے

باتیں کرنے لگا۔

کیپٹن حمید نے چائے منگوالی تھی اور ظاہر ہے کہ چائے خالی نہیں ہو سکتی

تھی۔

کرنل نے بتایا کہ وہ لوگ محض تفریح کی غرض سے آئے ہیں اور آج

شام کی فلائٹ سے واپس جا رہے ہیں۔ عمران نے بھی اسے اپنے مشن سے

آگاہ کر دیا۔

پوچھنے گیا کہ وہ بجے تک وہ لوگ باتیں کرتے رہے۔ پھر عمران وغیرہ

اجازت لے کر اٹھ گئے۔ کیپٹن حمید ہوٹل کے باہر تک ان کے ساتھ آیا تھا۔

جب وہ لوگ نصیر کی رہائش گاہ تک پہنچے تو ان کے تمام ساتھی تیار

بیٹھ گئے۔

عمران کے پہنچنے کے چند ہی منٹ بعد وہ لوگ ایئر پورٹ کی طرف

روانہ ہو گئے۔

وہ لوگ ٹھیک بارہ بجے ایئر پورٹ پہنچ گئے۔

برازیل ایئر لائن کا ڈکونا طیارہ رن وے نمبر ستائیس پر کھڑا تھا۔ طیارے کی ظاہری حالت دیکھ کر ایسا لگتا تھا جیسے ابھی ابھی کباڑ خانے سے نکالا گیا ہو۔ نئی دروی میں ملبوس تین چار اینجنز قسم کے آدمی اس کے مختلف حصوں سے الجھے ہوئے تھے۔

معلوم ہوا کہ یہ اینجنز طیارے کی چیکنگ کر رہے ہیں۔ اس پڑتال میں آدھا گھنٹہ مزید صرف ہو گیا تب کہیں جا کر ان لوگوں کو طیارے میں بیٹھنے کی اجازت دی گئی۔

طیارے کی اندرونی حالت بھی کچھ بہتر نہیں تھی۔ شاید غران کا یہ خیال درست ہی تھا کہ طیارہ کو کاٹھ کباڑ میں ملنے والے کل پرزوں سے جوڑ کر تیار کیا گیا ہے۔

سیٹس سرکاری بسوں کی طرح تھیں۔ ٹوٹی پھوٹی۔ جب طیارے کی ظاہری حالت ایسی تھی تو انجن کے کل پرزوں کا خدا ہی حافظ تھا۔

پائلٹ نے کاک پٹ میں بیٹھ کر انجن اشارے کیا۔ انجن ایک مرتبہ تو

گڑ گڑا کر رہ گیا۔

دس منٹ کی مزید کوشش کے بعد کہیں جا کر طیارہ اشارٹ ہو سکا۔

پائیلٹ اسے رن وے کے آخری سرے پر لے گیا اور کنٹرول ٹاور کو اپنی پرواز کا نمبر بتا کر سگنل کا انتظار کرنے لگا۔

تقریباً پانچ منٹ بعد کنٹرول ٹاور سے طیارے کو پرواز کا سگنل ملا۔ سگنل ملے ہی طیارہ آہستہ آہستہ رن وے پر دوڑنے لگا۔

رن وے پر طیارہ اس طرح دوڑ رہا تھا جیسے کوئی شتر بے مہار ریگستان میں دوڑا جا رہا ہو۔

زبردست ہچکولے لگ رہے تھے۔ طیارہ کبھی دائیں طرف کو جھک جاتا اور کبھی بائیں طرف کو۔

عمران اپنی سیٹ میں دھنسا بلند آواز میں جل تو جلال توکا ورد کر رہا تھا لیکن اس کی آواز نہ طیارے کے انجن کے زبردست شور میں دب رہی تھی۔ طیارے نے رن وے کا نصف سے زیادہ حصہ طے کر لیا۔

اور ان سب کا خیال تھا کہ اب بس طیارے کے پیچھے زمین کا ساتھ چھوڑنا ہی چاہتے ہیں۔

لیکن ایک زبردست گڑ گڑاہٹ کی آواز کے ساتھ انجن بند ہو گیا اور طیارہ رن وے کے آخری سرے پر پہنچنے سے پہلے ہی رک گیا۔ طیارہ رکتے ہی سب لوگ معنی خیز انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔

ٹھیک اسی وقت طیارے کی واحد ایئر ہوسٹس اپنے چھوٹے سے کین سے نکل آئی۔

”کیوں مس! یہ ڈھینچو ڈھینچو پرواز بھی کر سکے گا یا بانی روٹو ہی منزل طے کرنے کا ارادہ ہے۔“ عمران نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔
”شاید انجن میں کوئی نقص پیدا ہو گیا ہے۔ میں ابھی معلوم کرتی ہوں۔“ ایئر ہوسٹس کہتی ہوئی کاک پٹ میں داخل ہو گئی۔

اس کی واپسی دس منٹ بعد ہوئی تھی۔ عمران سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگا۔

”طیارے کو فضا میں اٹھانے والی تاب بھنس گئی تھی۔ چند منٹ میں ٹھیک ہو جاتی ہے۔“

اور یہ چند منٹ آدھے گھنٹے سے پہلے پورے نہیں ہوئے۔ پائیلٹ لگاتار محنت اور جفاکشی کے بعد طیارہ کا انجن دوبارہ بیدار کرنے میں کامیاب ہو گیا اور پائیلٹ نے ایک بار پھر کنٹرول ٹاور سے پرواز کا سگنل مانگا۔ انجن کی خرابی کی اطلاع وہ پہلے ہی دے چکا تھا۔

سگنل ملتے ہی ڈکوٹا ایک بار پھر دن رے پر دوڑنے لگا اور یہ شاید طیارے کے انجن کی قوت کا کمال تھا یا عمران اور اس کے ساتھیوں کی دعاؤں کا نتیجہ کہ اس بار طیارہ فضا میں بلند ہو گیا۔ فضا میں بلند ہونے کے بعد پائیلٹ نے فضا میں ایک دو چکر کاٹے اور کنٹرول ٹاور کو آل رائٹ کی رپورٹ دیکر طیارے کو ایک رخ پر ڈال دیا۔ عمران دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ اگر پرواز

کے دوران طیارے کا کوئی اور کل پرزہ کسی جگہ پھنس گیا یا اپنی جگہ سے ہل گیا تو ان کا انجام کیا ہوگا۔

نیویارک سے ممبئی تک نو گھنٹے کا راستہ تھا۔ پرواز کا یہ وقت صاف موسم کے لئے مقرر تھا۔ موسم خراب ہونے کی صورت میں زیادہ وقت بھی لگ سکتا تھا۔ اگر موسم بہت زیادہ خراب ہوتا تو طیارہ واپسی کا رخ اختیار کر لیتا تھا۔ یہ ہی وجہ تھی کہ اس طرف آنے والے پائلٹ پرواز کے دوران ہر ایک گھنٹے کے بعد محکمہ موسمیات کے مرکز سے موسمی اطلاعات موصول کرتے رہتے تھے۔ محکمہ موسمیات کا یہ مرکز خاص طور سے اسی مقصد کے لئے قائم کیا گیا تھا اور ہر گھنٹے بعد ایک مخصوص فریکوئنسی پر موسمی رپورٹ نشر کرتا رہتا تھا۔

ڈک ٹاکی پرواز کو چار گھنٹے ہو چکے تھے اور اب نیچے پہاڑوں کا ایک وسیع سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ ایئر ہوسٹس اپنے مسافروں کو شام کی چائے پلانے کے بعد فارغ ہو کر اب اپنے کیبن میں بیٹھی کوئی ناول پڑھ رہی تھی۔ کیبن کا دروازہ کھلا ہوا ہونے کی وجہ سے عمران اسے صاف طور پر دیکھ رہا تھا۔

ایک گھنٹہ مزید گزر گیا۔ پھر دفعتاً طیارے کو ہچکولے لگنے لگے۔ وہ فضا میں اس طرح ڈولنے لگا جیسے پائلٹ نے کنٹرول سے ہاتھ ہٹا لیا ہو۔

عمران اور صفدر وغیرہ تو پہلے ہی یہ سفر کر چکے تھے لیکن عمران پر یکدم گھبراہٹ طاری ہو گئی تھی۔ وہ پریشان نگاہوں سے بار بار اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ رہی تھی۔ عمران اس کی حالت دیکھ کر دل ہی دل میں محظوظ ہو رہا تھا۔

ایئر ہوسٹس اب بھی بڑے اطمینان کے ساتھ اپنے کیبن میں بیٹھی ناول کا مطالعہ

کر رہی تھی۔ عمران نے اسے اشارے سے اپنے قریب بلایا۔
 ”میں پلیز۔“

”ہماری وہ ساتھی طیارے کے ہچکچولوں سے پریشان ہو رہی ہے۔ اسے اس کی وجہ بتا دو تاکہ وہ مطمئن ہو جائے۔“ عمران نے عمران کی طرف اشارہ کر کے کہا۔
 ”یہ صرف ہوا کا طوفان ہے جناب! یہ ہچکچولے طیارے میں کسی خرابی کی باعث نہیں لگ رہے۔“

”میں جانتا ہوں لیکن ہماری اس ساتھی کو بتا دو۔“ عمران نے دوبارہ کہا۔
 ایئر ہوسٹس مسکراتی ہوئی عمران کی طرف چلی گئی۔ چند لمحوں تک اس کے قریب کھڑی باتیں کرتی رہی پھر اس کے ساتھ ہی سیٹ پر بیٹھ گئی۔
 تقریباً نصف گھنٹے بعد تو صورت حال اور بدتر ہو گئی۔ ہوا کے طوفان میں شدت آگئی تھی اور چھوٹا ڈکوتا بری طرح ڈولنے لگا۔ وہ اس طرح لرز رہا تھا جیسے جہاز نہ ہو کوئی خزاں رسیدہ پہرہ ہو جسے ہوا اڑائے پھر رہی ہے۔

ہزاروں فٹ نیچے بلند پہاڑی سلسلہ بھیلایا ہوا تھا۔ سرسبز درختوں سے ڈھکی ہوئی یہ نوکیلی چٹانیں گود کیسے میں بہت دلکش منظر پیش کر رہی تھیں لیکن عمران سوچ رہا تھا کہ اگر جہاز ان چٹانوں سے ٹکرا جائے تو نہ جہاز کا پتہ چلے گا اور نہ ان لوگوں میں سے کسی کا۔

جہاز خزاں زدہ پتے کی طرح لرز رہا تھا۔ تیز ہوا اسے پیچھے کی طرف دھکیلنے کی کوشش کر رہی تھی۔ پائیلٹ شاید ایسی صورت حال سے نمٹنے کا اگر بھی جانتا تھا کیونکہ چند ہی لمحوں بعد اس نے جہاز کو اوپر کی طرف اٹھانا شروع کر دیا۔

جہاز گزرنے والے ہر لمحہ کے ساتھ بلند ہوتا گیا۔ پائیلٹ کا خیال تھا کہ زیادہ بلندی پر ہوا کا دباؤ کم ہونے کی وجہ سے وہ صورت حال پر قابو پالے گا لیکن وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا کیونکہ بلندی پر ہوا کا دباؤ نیچے سے بھی زیادہ تھا۔

بلندی پہنچ کر تو جہاز اور بھی بری طرح لرزنے لگا۔ ان لوگوں سے سیٹوں پر بیٹھا بھی نہیں جا رہا تھا۔ کچھ دیر تک تو یہ حالت رہی کہ وہ لوگ سیٹوں کو مضبوطی سے تھامے بیٹھے رہے لیکن پھر یہ بھی ناممکن ہو گیا۔ ٹھیک اسی وقت اسپیکر پر جہاز کے کپتان کی آواز ابھری۔ وہ کہہ رہا تھا۔

”خواتین و حضرات! جہاز ہوا کے زبردست طوفان میں گھر چکا ہے ہوا کا دباؤ اسے نامعلوم منزل کی طرف دھکیل رہا ہے۔ ہم اس کوشش میں ہیں کہ جہاز کو بچانے کے ساتھ اسے صحیح رخ پر رکھ سکیں۔ آپ لوگوں سے درخواست کی جاتی ہے کہ حفاظتی بیلٹ باندھ لیں تاکہ جہاز کے ڈولنے سے کسی کو نقصان نہ پہنچ سکے۔ اگر مزید آدھے گھنٹے تک ہوا کے طوفان میں کمی نہ آئی تو ہم واپسی کا راستہ اختیار کرنے پر مجبور ہوں گے۔“

اسپیکر خاموش ہو گیا اور عمران سوچنے لگا کہ اگر جہاز نے واپسی کا رخ اختیار کر لیا تو اس کا سارا پیر و گرام دھڑے کا دھڑا رہ جائے گا۔ وہ چاہتا تھا کہ جلد سے جلد آگے بڑھ کر سردار ہو گوا اور بکونی کے قافلے کو راستہ ہی میں روک لے۔ اگر وہ لوگ اپنے قبیلے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تو جو زف کو واپس لانے میں انہیں بہت محنت کرنی پڑے گی۔ لیکن اگرچہ وہ بہت عجلت

سے کام لیتا آیا تھا۔ اس کے باوجود بعض قدرتی عناصر اس کے راستے کی رکاوٹ بن رہے تھے جیسے ہوا کا یہ طوفان۔

مزید آدھا گھنٹہ گزر گیا۔ ہوا کے طوفان میں کچھ اور بھی شدت آگئی تھی اور اس کے ساتھ ہی غمران اور اس کے ساتھیوں کے چہرے بھی پیلے چرگے کیونکہ اب اپنی قوت سے آگے بڑھنے کی بجائے ہوا کے دباؤ کے ساتھ جہاز دائیں طرف جھکتا جا رہا تھا اور ظاہر ہے بات تشویشناک ہی نہیں خطرناک بھی تھی۔

جہاز تیزی کے ساتھ دائیں طرف جھکتا جا رہا تھا۔ اس کا دایاں پر نیچے تھا اور بایاں اوپر کی طرف اٹھا ہوا تھا۔ سہا سے تیزی سے ایک طرف دھکیل رہی تھی اور اس صورتحال سے ظاہر ہوتا تھا کہ طیارے کا کنٹرول اب پائلٹ کے اختیار میں نہیں رہا۔ جہاز تیزی سے نیچے کی طرف جا رہا تھا۔

پہاڑوں کی فوکیلی چوٹیاں انتہائی تیزی کے ساتھ قریب آتی جا رہی تھیں کوئی لمحہ جاتا تھا کہ جہاز کسی چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے اور ساتھ ہی ان کی زندگیوں کا چراغ بھی گل کر دے۔

زندگی اور موت کے درمیان فاصلہ سمٹتا جا رہا تھا۔ چند لمحے زندگی کے صرف چند لمحے باقی تھے۔ اس کے بعد پہاڑوں میں ایک زبردست دھماکہ گونجتا چند چیخوں کی صدا میں ابھرتی۔ دھواں اٹھتا اور اس کے ساتھ ہی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا۔

موت کو اس قدر قریب دیکھ کر سب کے چہروں کی رنگت پیلی پڑ چکی تھی۔

ایر ہوٹس جولیاء اور عمران کے ہونٹوں سے خوف کے مارے عجین نکلنے لگی تھیں۔ حار
عمران اور اس کے ساتھی مردوں کی بھی اچھی نہیں تھی لیکن انھوں نے اپنے ہونٹوں
مضبوطی سے بچنے ہوئے تھے۔

پہاڑوں کی نوکیلی چٹانیں اب بہت قریب آگئی تھیں زندگی اور مو
میں صرف چند لمحے باقی تھے۔ جہاز تیزی سے چٹانوں کی طرف بڑھ رہا تھا
دفعۃً ایک معجزہ رونما ہوا۔ جی ہاں اسے معجزہ ہی کہا جاسکتا ہے۔

جہاز اور چٹانوں کے درمیان تقریباً ڈیڑھ سو فٹ کا فاصلہ باقی
اور جہاز نے یکایک پلٹا کھایا۔ اس کا رخ بھی اچانک ہی تبدیل ہو گیا اور
جہاز سیدھا نیچے گرنے کی بجائے بائیں پہلو پر گر رہا تھا۔

نیچے ہوا کا دباؤ کم تھا۔ معجزانہ طور پر جہاز کا رخ بدلتے ہی کپتان نے
ہوشیاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کنٹرول اسٹک کو تیزی کے ساتھ با
طرف کھینچ لیا اور جہاز ایک بلند چٹان سے صرف پچاس فٹ کے فاصلے
بائیں طرف مڑ گیا۔

چند لمحوں بعد پائیلٹ نے جہاز کو مزید سنبھال لیا اور اب جہاز
سلسلے کے ساتھ ساتھ بڑھ رہا تھا۔

اس کے دائیں طرف بھی پہاڑ تھے اور بائیں طرف بھی۔ لیکن پہاڑوں کا
درمیان وہ زیادہ دیر تک آگے نہیں بڑھ سکتا تھا۔ کیونکہ آگے دو نوں
کے پہاڑوں کا درمیانی فاصلہ کم ہوتا جا رہا تھا۔

جہاز اب مکمل طور پر پائیلٹ کے کنٹرول میں تھا۔ اس نے مائیک

جہاز کے مسافروں کو اطمینان دلایا اور پھر جہاز کو آہستہ آہستہ اوپر اٹھانے لگا یہاں تک کہ وہ اسے پہاڑی سلسلے کے اوپر لے آیا اور اب جہاز پہاڑوں سے صرف چچاس ساٹھ فٹ کی بلندی پر پرواز کر رہا تھا۔

وہ لوگ موت کے منہ سے تو نکل آئے لیکن معلوم ہوا کہ طیارہ اپنے اصل راستے سے کئی ڈگری ہٹ چکا ہے۔ ہوا کے طوفان میں گھر کر اصل راستہ سے بھٹک جانے کی یہ کوئی پہلی واردات نہیں تھی۔

ماضی میں اکثر ایسا ہوتا رہا تھا اور ہوشیار قسم کے پائلٹ ان مشکلات سے نمٹنے کے لئے پہلے ہی انتظامات کر لیا کرتے تھے۔ ان انتظامات میں عملہ اور مسافروں کے لئے اضافی خوراک اور پیٹرول کا اضافی ذخیرہ شامل تھا۔

اس ڈیکوٹا میں بھی پیٹرول کی اضافی ٹنکیاں موجود تھیں اور راستہ بھٹک جانے کے بعد یہ اضافی ایندھن انہیں کام دے سکتا تھا بشرطیکہ اس کے ختم ہونے سے پہلے وہ اپنا اصل راستہ تلاش کریں۔

اور اصل راستہ تک آنے میں انہیں مزید دو گھنٹے کا وقت ضائع کرنا پڑا۔

ہوا کے طوفان میں بھی اب کمی آگئی تھی اور اسوقت جس مقام پر وہ پرواز

کر رہے تھے۔ وہاں سے ان کی منزل تقریباً ڈیڑھ ہزار میل کے فاصلے پر تھی۔

اگر طیارہ نیویارک سے ٹھیک بارہ بجے پرواز کرتا تو وہ رات نو بجے اپنی منزل پر پہنچ جاتے لیکن طیارہ دو گھنٹے کی تاخیر سے روانہ ہوا تھا۔ کچھ وقت طوفان کی مزاحمت نے ضائع کر دیا اور دو گھنٹے راستہ سے ہٹ جانے کی باعث ضائع ہوئے چنانچہ جب طیارہ ٹمبلکوٹ کے رن وے پر اترا تو رات کے دو بج چکے تھے۔

دنیا کے ہنگاموں سے الگ تھلگ بمبکو کا شہر نیند کی آغوش میں تھا۔ عمران وغیرہ چونکہ پہلے بھی ایک مرتبہ یہاں آچکے تھے اس لئے وہ شہر کے ایک ایسے ہوٹل کے متعلق جانتے تھے جہاں اس وقت بھی انھیں رہائش کے لئے کمرے مل سکتے تھے چنانچہ وہ ایئر پورٹ ہی کی ایک گاڑی کرایہ پر لیکر ہوٹل پہنچ گئے۔

انھوں نے اپنا سارا سامان ایئر پورٹ پر ہی چھوڑ دیا تھا صرف ضروریات کی چند چیزیں ساتھ لے لی تھیں۔

رات گزرنے کے بعد صبح ہوتے ہی عمران نے ایئر پورٹ سے سامان منگوایا اور ناشتہ کرنے کے بعد ہوٹل سے نکل کھڑا ہوا۔ اسے مختلف ذرائع سے معلوم ہو کہ ہوگو اور بکونی کی پارٹی کل صبح ہی ایک چارٹرڈ طیارے کے ذریعہ بمبکو صوبہ کے سرحدی شہر کوئٹو کے لئے روانہ ہو چکی ہے۔

عمران جانتا تھا کہ اس طرف کوئٹو مہذب دنیا کا آخری شہر ہے۔ اس سے بچاس میل آگے ایک اور چھوٹا سا قصبہ تھا جو مہذب اور غیر مہذب دنیا کے سنگم پر واقع تھا۔ اس قصبہ سے آگے برازیل کے خطرناک جنگلات کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔

عمران نے سب سے پہلے ایک ہوائی کمپنی سے کوئٹو جانے کے لئے ایک طیارہ چارٹر کیا۔ اور پھر دن بھر دوسرے انتظامات میں لگا رہا۔ رات نو بجے کو واپس ہوٹل آیا تھا۔

”شکر ہے عمران بھائی! آپ واپس تو آئے۔ ہم تو یہ ہی سمجھ رہے تھے کہ شاید آپ ہمیں یہاں چھوڑ کر واپس چلے گئے ہیں۔“ عمران اسے دیکھتے ہی بولی۔

”اگر اس سفر میں مقصد جوزف کی بازیابی کے علاوہ کچھ اور ہوتا تو میں یقیناً کسی طرف بھاگ نکلتا۔ لیکن جوزف کی وجہ سے مجھے اس ہم کو اختتام تک پہنچانا ہی پڑیگا۔“

”اگر اس ہم کا کوئی اور مقصد ہوتا تو کیا آپ نہ آتے۔“

”قطعی نہیں، یہ سائنس کا دور ہے۔ انسان خلا میں چھان رہا ہے اور ایک ہم ہیں کہ جنگلوں کی خاک چھان رہے ہیں۔“ عمران نے منہ بنا کر جواب دیا۔

”جنگلوں کی یہ خاک خلا سے زیادہ قیمتی ہے عمران بھائی۔“

”تو ٹھیک ہے ہم واپسی پر ہمیں کسی قبیلے میں چھوڑ جائیں گے تاکہ تم عمر بھر اس قیمتی خاک کو اچھی طرح چھوٹی ہو۔“

”نا بابا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ عمران جلدی سے بولی۔“

”کیوں۔ ڈر گئیں۔“

عمران مسکرایا۔

”ہاں۔ ایسا ہی سمجھ لیجئے۔“

”اچھا چھوڑو ان باتوں کو۔ کھانے کا کیا پروگرام ہے۔“ عمران نے پوچھا۔

”اس ہوٹل کا کھانا تو بالکل بیکار ہے۔ صفدر وغیرہ تو کسی اور ہوٹل میں چلے گئے ہیں جو لیا اور تنویر آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ چلئے اب ہم لوگ بھی کھانے کے لئے کوئی ہوٹل تلاش کر لیتے ہیں۔“

”لیکن ذرا جلدی چلو۔ مجھے شدت کی بھوک لگ رہی ہے۔“ عمران پیٹ پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

عمران مسکراتی ہوئی اس کے ساتھ کمرے سے باہر نکل آئی۔ جو لیا اور

تذویر کو بھی ان کے کمرے سے لیا گیا۔

وہ چاروں ہوٹل سے نکل کر شہر کی مختلف سڑکوں پر گھومنے رہے پھر ایک اچھے سے ہوٹل میں گھس گئے۔

عمران نے جب یہ سنا تھا کہ تذویر بھی کھانے کے لئے اس کا انتظار کر رہا ہے تو اسے قدرے حیرت ہوئی تھی۔ تذویر کی تو شروع ہی سے اس کے ساتھ لگتی آئی تھی اور اب کھانے کے لئے اس کا انتظار حیرت ہی کی بات تھی لیکن عمران کی یہ حیرت جلد ہی دور ہو گئی۔

اپنے ہوٹل سے نکل کر اس ہوٹل میں آنے تک عمران سمجھے گیا کہ تذویر کا یہ انتظار عمران کی وجہ سے نہیں بلکہ عمران کی وجہ سے ہے۔

راستہ میں بھی تذویر زیادہ تر عمران ہی سے باتیں کرتا رہا تھا اور جب ہوٹل میں ان کی میز پر کھانا چنا گیا تو تذویر مختلف ڈشیں اٹھا اٹھا کر عمران کے سامنے رکھ رہا تھا۔

عمران یہ سوچ کر دل ہی دل میں مسکرا دیا کہ تذویر جو لیا سے مایوس ہو کر اب عمران میں دلچسپی لینے لگا ہے۔ یعنی ایک نئے عشق کی ابتداء۔

تذویر نے جیسے ہی ایک ڈش عمران کے سامنے رکھی عمران نے اسے اپنی طرف سرکا لیا اور لمبے لمبے ہاتھ مارنے لگا۔ اس کے سامنے بیٹھا ہوا تذویر اسے خوشخوار نگاہوں سے گھورنے لگا۔ لیکن عمران کو بھلا اس کے گھورنے کی پرواہ کب تھی۔ وہ تو بڑے اطمینان سے کھانا کھا رہا تھا۔

اگلے روز صبح نو بجے یہ لوگ ٹمبلٹ کے ایئر پورٹ پہنچ گئے۔ یہاں عمران نے کوسٹو کے لئے جو ڈیکوٹا چارٹر کیا تھا اس کی حالت بھی پہلے سے مختلف نہیں تھی۔ اس کا تو رنگ بھی اکھڑا ہوا تھا۔

جہاز پر اس وقت لکڑی کی بھاری پیٹیاں اور دیگر سامان لا دیا جا رہا تھا اور جہاز کے قریب کھڑا عمران اس سامان کا جائزہ لے رہا تھا۔ یہ وہ سامان تھا جو کل سارا دن کی تیاریوں کے سلسلے میں اس نے خریدا تھا۔ اس سامان میں ہر وہ چیز موجود تھی جو اس مہم میں کام آ سکتی تھی۔

اس بھاری بھاری سامان کے بعد ان کا ذاتی سامان لا دیا گیا اور انہیں جہاز میں بیٹھنے کی اجازت دے دی گئی۔ پائیلٹ بھی کاک پٹ میں پہنچ چکا تھا۔ عمران بھی اس کے پیچھے ہی کاک پٹ میں داخل ہو گیا۔

”کیوں بڑے بھائی! کیا یہ کھٹارہ ہیں بخیریت منزل پر پہنچا دے گا۔“
 ”کیوں نہیں جناب! بظاہر یہ کھٹارہ ہی نظر آتا ہے لیکن اس کا انجن اے ون کنڈیشن میں ہے۔“ پائیلٹ نے جواب دیا۔
 ”اور موسم کی کیا رپورٹ ہے۔“

”او کے جناب! آج تو موسم بالکل صاف ہے۔“
 ”او کے بڑے بھائی! ہم سب مل کر دعا کریں گے کہ مطلع صاف ہی رہے۔“
 عمران کہتا ہوا کاک پٹ سے باہر نکل آیا۔
 اس کے چند ہی لمحوں بعد ایئر ہو سٹس نے دروازہ بند کر دیا اس کے ساتھ
 ہی طیارہ کا انجن گرا گڑا اٹھا۔

پہلے طیارے کی نسبت یہ طیارہ آسانی کے ساتھ فضا میں بلند ہو گیا
 اور منزل کی طرف پرواز کرنے لگا۔

کوئٹہ چھ گھنٹے کے فاصلے پر تھا۔ چار گھنٹے تک طیارہ بلند پہاڑوں کے
 اوپر پرواز کرتا رہا۔ بعض اوقات اسے پہاڑی دروں کے درمیان بھی پرواز
 کرنا پڑی۔ ایسے موقعوں پر جہاں انسان ایک عجیب سا طع محسوس کرتا ہے۔ دہا
 ہر آن زندگی کو خطرہ لاحق رہتا ہے کیونکہ طیارے کے دونوں طرف بیس پچیس
 فٹ کے فاصلے پر چٹانیں تھیں اور پائیلٹ کی معمولی سی غلطی یا لاپرواہی سے طیارہ
 کسی طرف چٹان سے ٹکرا کر تباہ ہو سکتا تھا۔

مزید ایک گھنٹے کی پرواز کے بعد طیارہ پہاڑوں سے نکل آیا۔ اب آگے
 زمین پر تاحہ رنگاہ جنگلات کا وسیع سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ یہ جنگلات دیکھنے میں
 بظاہر بڑے خوبصورت لگ رہے تھے لیکن ان میں زندگی ہر لمحہ خطرات میں گھر
 رہتی تھی۔ انسان کی تو اوقات ہی کیا۔ درندے بھی ایک دوسرے کی چیر بھارت
 مصروف رہتے تھے۔

اب صرف دو گھنٹے کا سفر باقی رہ گیا تھا۔ موسم بالکل ٹھیک تھا اور

طیارے کا انجن درست حالت میں کام کر رہا تھا لہذا طیارے کے اندر بیٹھے ہوئے سب ہی لوگ مطمئن تھے اور خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ عمران انہیں لطیفے سنارہا تھا۔ ٹریکوٹا کی ایئر ہوٹس مس گارجیا بھی اس کے لطیفوں پر دل کھول کر ہنس رہی تھی۔

”عمران بھائی! وہ قصہ سنائیے۔ کامن سنس والا۔“ عمران بولی۔
 ”وہ سردار بھی سنگھ والا۔“

”ہاں ہاں۔ وہی۔“ عمران نے سر ہلایا۔
 ”کیا آپ لوگ یہ قصہ سننے کو تیار ہیں۔“ عمران نے باری باری سب کی طرف دیکھا۔

سب ہی نے اثبات میں گردنیں ہلا دیں۔ ان میں ٹریکوٹا کی ایئر ہوٹس مس گارجیا بھی شامل تھی۔

یہ ساری گفتگو چونکہ انگلش میں ہو رہی تھی اس لئے وہ بھی ان کی باتوں سے محفوظ ہو رہی تھی۔

”ہم۔ منرز خواتین و حضرات! عمران ان سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

”قصہ کچھ سردار لاگوں کے بارہ بجنے کا ہے۔ یہ بات تو سب ہی جانتے ہیں کہ گھڑی کی دونوں سوئیاں جیسے ہی بارہ کے ہندسے پر ملتی ہیں سکھوں کی عقل ساتھ چھوڑ دیتی ہے۔ اسی مسئلہ پر ایک سکھ اور ایک مسلمان میں بحث ہو رہی تھی۔ مسلمان سردار صاحب

کو سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اگر تم لوگ عقل یعنی کامن سنس سے کام
لو تو تمہارے کبھی بارہ نہ بجیں۔

مثال پیش کرنے کے لئے مسلمان نے دیوار پر ہاتھ رکھ دیا اور
سردار صاحب کو کہا کہ وہ اپنی پوری قوت سے ان کے ہاتھ پر کھڑے
سردار صاحب نے پوری قوت سے گھونسنہ مارا لیکن مسلمان نے جلدی
سے ہاتھ ہٹالیا اور سردار صاحب کا گھونسنہ دیوار پر لگا اور وہ
تکلیف کی شدت سے دیر تک بلبلاتے رہے۔

مسلمان نے ان کی تکلیف پر مسکراتے ہوئے کہا کہ اسی کو کامن سنس
کہتے ہیں۔ اگر تم عقل سے کام لیتے اور سوچتے کہ میں ہاتھ ہٹالوں گا تو
تمہیں یہ تکلیف کبھی نہ اٹھانی پڑتی۔

سردار صاحب نے ان کی بات کو سمجھ لیا اور وعدہ کیا کہ آئندہ
وہ کامن سنس سے کام لیں گے۔

اسی کے کچھ ہی عرصہ بعد سردار صاحب کو اپنے گاؤں جانے کا

اتفاق ہوا۔

وہ اپنے دوستوں کے ساتھ کھیتوں میں بیٹھا ڈینگیں ہانک
رہا تھا کہ شہر سے وہ کامن سنس سیکھ آیا ہے۔

جب اس کے دوستوں نے کامن سنس کا مظاہرہ کرنے کو کہا
تو وہ سردار صاحب ادھر ادھر دیکھنے لگے۔

وہاں کھیتوں میں کوئی دیوار تو ہتی نہیں سردار صاحب نے اپنا

ایک ہاتھ اپنی آنکھ پر رکھ لیا اور ایک گھبرو جوان سے کہا کہ وہ ان کے ہاتھ پر گھونسنے ماریں۔

اسی ہتے کٹے گھبرو جوان نے پوری قوت سے گھونسنے مارا۔

سردار صاحب نے کامن سنس سے کام لیتے ہوئے جلدی سے اپنا ہاتھ ہٹا لیا اور گھونسنے سردار صاحب کی آنکھ پر لگا اور سردار صاحب کی آنکھ باہر نکل آئی۔

یہ سردار صاحب کا کامن سنس تھا کہ انھوں نے ہاتھ تو ہٹا لیا لیکن ان کی ایک آنکھ کامن سنس کی نظر ہو گئی۔

عمران نے خاموش ہوتے ہی وہاں قہقہوں کا طوفان ابل پڑا خاص طور پر مس گار جیا تو کامن سنس کے اس استعمال پر ہنسی کے مارے لوٹ پوٹ ہوئی جا رہی تھی۔

جب ہنسی کا یہ طوفان تھا تو عمران نے ایک اور لطیفہ سنانا شروع کر دیا۔

منزل پر پہنچنے میں صرف پون گھنٹہ باقی تھا اور عمران چاہتا تھا کہ یہ وقت ہنستے ہوئے ہی گزر جائے۔

لطیفہ سناتے سناتے عمران یکدم خاموش ہو گیا اور ان سب کو خاموش رہنے کا اشارہ کر کے ایک طرف توجہ مبذول کر دی۔ اسے جہاز کے انجن کی آواز کچھ بدلی بدلی می لگ رہی تھی۔

”کیا بات ہے“ صفر نے پوچھا۔

”میں جہاز کے انجن کی آواز بدلی ہوئی محسوس کر رہا ہوں۔ کہیں کوئی گڑبڑ تو نہیں ہے۔“ عمران نے پرسوز انداز میں کہا۔
 ”ہاں۔ کچھ محسوس تو ہو رہا ہے۔ میں ابھی معلوم کرتی ہوں۔“
 مس گار جیا پائیلٹ کے کیبن کی طرف دوڑ گئی۔

ابھی دو منٹ ہی گزرے تھے کہ جہاز فضا میں ڈولنے لگا۔ وہ کبھی دائیں طرف جھک رہا تھا کبھی بائیں طرف۔
 عمران کی ہدایت پر ان لوگوں نے حفاظتی بلیٹ باندھ لئے تاکہ کسی کو چوٹ نہ لگ گئے۔

وہ خود اٹھ کر سیٹوں کا سہارا لیتا ہوا کاک پیٹ کی طرف چل دیا جہاز اب بری طرح ڈولنے لگا تھا۔ عمران بصد مشکل کاک پیٹ تک پہنچ سکا جہاں پائیلٹ مختلف سوئچ ادھر نیچے کر رہا تھا۔
 ”کیا ہوا پائیلٹ۔؟“
 عمران نے پوچھا۔

”اوہ۔ انجن میں اچانک ہی کوئی زبردست نقص پیدا ہو گیا ہے جس کا پتہ نہیں چل رہا۔ منزل پر پہنچنا مشکل ہے۔ جہاز کسی بھی وقت گر کر تباہ ہو سکتا ہے۔“
 ”اوہ۔؟“ عمران چونک گیا۔

اس کے چہرے پر یکایک تشویش اور فکر و تردد کے آثار پیدا ہو گئے تھے۔

اب کیا ہوگا۔ کیا نقص معلوم نہیں ہو سکتا۔

”نہیں مسٹر۔ اب ہم سب کو مرنے کے لئے تیار رہنا چاہیے۔ اپنے ماحقوں سے کہہ دو کہ مرنے سے پہلے اپنے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لیں“

”کریش لینڈنگ۔ کیا کریش لینڈنگ نہیں ہو سکتی۔“ عمران بولا۔

کریش لینڈنگ کیسے ہو سکتی ہے۔ نیچے جنگل ہی جنگل ہے میدانی علاقہ ہوتا تو کریش لینڈنگ ہو سکتی تھی۔ لیکن اس جنگل میں ممکن نہیں۔“

عمران نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ پرتشویش نگاہوں سے نیچے جنگل کا جائزہ لے رہا تھا۔ دفعتاً اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی جھلک ابھر آئی۔

جنگل میں ایک نیلی سی لکیر نظر آرہی تھی۔ اور یہ نیلی لکیر ایک ندی تھی جو سجانے کس طرف سے آتی ہوئی کس طرف کو جا رہی تھی۔ درختوں کے درمیان گھری ہوئی یہ ندی عمران کے اندازے کے مطابق پچاس فٹ چوڑی تھی۔

”پائیلٹ! کیا تم اس ندی میں جہاز نہیں اتار سکتے۔“

”موت کے خوف سے کہیں تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا مسٹر!“

پائیلٹ نے مضحکہ خیز انداز میں اس کی طرف دیکھا۔

”سیٹ چھوڑ دو پائیلٹ! میں جہاز کو اس ندی میں اتارنے

کی کوشش کروں گا۔“

”تم؟“

”ہاں۔ میں ایک تربیت یافتہ پائیلٹ ہوں۔ ٹریکونٹا سے لے کر جیٹ تک اڑانے کا ماہر۔ اگر ہمیں مرنا ہی ہے تو کیوں نہ زندگی کے لئے ایک کوشش کر لی جائے۔“

پائیلٹ چند لمحوں تک الجھی ہوئی نگاہوں سے اسکی طرف دیکھتا رہا پھر کنٹرولنگ اسٹک کو سنبھالے آہستہ آہستہ ایک طرف سرکنے لگا۔ عمران نے اس کی سیٹ سنبھالی۔ چند لمحوں بعد وہ اسٹک کو چھو کر جہاز کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا۔

جہاز بری طرح ڈول رہا تھا۔ اس کے انجن سے اب ہلکا ہلکا دھواں اٹھنے لگا تھا۔ شاید تاروں نے آگ لپکڑ لی تھی اور یہ بات تشویشناک تھی۔

جہاز کافی بلندی پر تھا۔ عمران اسے آہستہ آہستہ نیچے لانے لگا اس نے فضا میں دو تین چکر کاٹے پھر ندی کے اوپر پرواز کرنے لگا۔

جہاز کی بلندی سو فٹ سے زیادہ نہیں تھی اور یہاں سے ندی کی چوڑائی کا قدرے درست اندازہ لگایا جاسکتا تھا۔

ندی اب چالیس فٹ سے زیادہ چوڑی نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس کے دونوں کناروں پر درخت تھے جن کی شاخیں پانی میں جھکی ہوئی تھیں۔ ایک جگہ سے ندی تقریباً تین چار میل تک بالکل سیدھی چلی گئی تھی اور یہی جگہ عمران کے مقصد کے لئے مناسب تھی۔ وہ جہاز

کو اور بھی نیچے لے آیا۔ اب وہ ندی سے چند فٹ اوپر درختوں کے درمیان پرواز کر رہا تھا۔

درختوں کی شاخیں دونوں طرف جہاز کے پروں سے صرف چند فٹ کے فاصلے پر تھیں۔ کسی طرف ذرا سا بھی جھکاؤ جہاز کی تباہی کا باعث بن سکتا تھا۔

عمران نہایت ہوشیاری کے ساتھ جہاز کو کنٹرول کئے ہوئے تھا اس کی چمکتی ہوئی نظریں ندی کے پاٹ اور آس پاس کا جائزہ لے رہی تھیں۔

جہاز پانی کے بہاؤ کے مخالف سمت میں پرواز کر رہا تھا۔ جہاز کچھ دور تک ندی کے اوپر چند فٹ کے فاصلے پر پرواز کرتا رہا پھر عمران نے خدا کا نام لے کر اسے ندی میں ڈال دیا۔ طیارہ چھپا کے کی آواز کے ساتھ ندی کے پانی سے ٹکرایا۔ زبردست جھٹکے اور ہچکولے لگنے لگے۔

پائیلٹ جو عمران کے قریب سہارا لئے کھڑا تھا۔ لڑکھڑا کر سو بچ بورڈ سے ٹکرایا اور اس کی پیشانی خون سے تر ہو گئی۔

طیارے کو پانی میں ڈالتے ہی عمران نے انجن بند کر دیا تھا جس سے اس کی قوت ختم ہو گئی۔ اس کے پیچھے بھی عمران نے نہیں کھولے تھے۔ طیارہ کا پینڈہ پانی میں بھستنا چلا گیا۔

پانی کا بہاؤ مخالف ہونے کی وجہ سے طیارہ زیادہ دور تک

نہ جاسکا۔ تقریباً دو سو گز آگے ندی کا پاٹ کچھ تنگ ہو گیا تھا۔ اس کے دونوں پر ندی پر چھلکے ہوئے درختوں کی شاخوں سے ٹکرانے لگے۔ یہاں تک وہ درختوں کی شاخوں میں الجھ کر ایک زبردست جھٹکے کے ساتھ رک گیا۔

طنیارہ رکتے ہی عمران اپنی سیٹ سے اٹھ گیا اور زخمی ہائیٹ کو پکڑ کر کھینچتا ہوا اکاک پٹ سے نکل کر اندرونی حصے میں آ گیا اور چیخ کر اپنے ساتھیوں کو ہدایت کی کہ وہ ندی میں کود جائیں اور جلد سے جلد طنیارہ سے دور پہنچنے کی کوشش کریں۔

ایئر ہوسٹس گارجیا نے جہاز کا دوزہ کھول دیا۔ سب سے پہلے ندی میں چھلانگ لگانے والی وہی تھی۔ اس کے بعد عمران اور جولیا نے چھلانگ لگائی۔ پھر عمران کے دوسرے ساتھی کو دھکے سے آخر میں کودنے والا عمران تھا۔

پانی بہت ٹھنڈا تھا اور اس کا بہاؤ بھی کافی تیز تھا عمران کے تمام ساتھی ہاتھ مار رہے ہوئے جہاز سے دور ہٹتے جا رہے تھے۔ ان کا رخ کنارے کی طرف تھا۔ عمران نے بھی کنارے کی طرف بڑھا شروع کر دیا۔ دفعتاً اس کی نظر دائیں طرف اٹھ گئی۔ اس سے تقریباً پچیس میس فٹ کے فاصلے پر ڈیکوٹا کی ایئر ہوسٹس مس گارجیا پانی میں غوطہ کھا رہی تھی۔ وہ شاید تیرنا نہیں جانتی تھی۔ اگر تیرنا جانتی تھی تو پانی کے تیز بہاؤ کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔

اب عمران نے اپنا رخ تبدیل کر لیا اور وہ تیزی سے کار جیسا کی طرف
بڑھنے لگا۔

گار جیا اب پانی کے تیز بہاؤ کے ساتھ بہتی ہوئی بری طرح ہاتھ پیر
مار رہی تھی۔ عمران جلد ہی اس کے قریب پہنچ گیا اور اس نے گار جیا کا ہاتھ
پکڑ لیا۔

گار جیا بدحواس ہو رہی تھی۔ اس نے عمران کے ساتھ لپٹ جانا چاہا۔
لیکن عمران نے جلد ہی اسے سنبھال لیا اور اسے لے کر کنارے کی طرف بڑھنے لگا۔
اس کے ساتھ اس سے پہلے ہی کنارے پر پہنچ چکے تھے لیکن وہ لوگ
وہاں رکنے کی بجائے جنگل کی طرف دوڑنے لگے۔

عمران بھی کنارے پر پہنچ گیا۔ گار جیا نڈھال سی ہو گئی تھی اور اس
قابل نہیں تھی کہ وہ چند قدم بھی چل سکتی۔ عمران نے گھوم کر جہاز کی طرف
دیکھا۔

اس کے انجن سے اب بھی دھواں اٹھ رہا تھا۔ اس نے جلدی سے
نیچے جھک کر گار جیا کو کندھے پر اٹھالیا اور جنگل کی طرف دوڑنے لگا۔
ندی کے کنارے سے تقریباً پچاس گز کے فاصلے پر اس کے تمام
ساتھی موجود تھے۔

عمران بھی ان کے قریب ہی رک گیا۔ اس نے گار جیا کو زمین پر لٹا دیا
تھا اور اب وہ سب ڈیکھنا کی طرف دیکھ رہے تھے جو شاخوں میں الجھا
ندی کے پانی میں ہچکولے کھا رہا تھا۔ اسکے انجن سے دھواں اٹھ رہا تھا۔

وہ لوگ عمران کی ذہانت اور عقلمندی کی بدولت اگرچہ موت کے منہ سے نکل آئے تھے۔

لیکن ان سب کے چہروں کے رنگ اڑے ہوئے تھے اور وہ خوفزدہ نظروں سے کبھی جہاز اور کبھی عمران کی طرف دیکھ رہے تھے۔
آدھا گھنٹہ گزر گیا۔ جہاز کے انجن سے اٹھنے والا دھواں ختم ہو گیا اس کے ساتھ ہی عمران کے چہرے پر بھی طمانیت کی لہر دوڑ گئی۔

اگر جہاز میں آگ لگ جاتی تو ہم میں سے کوئی نہ بچ سکتا۔ جہاز میں لڑی ہوئی بیٹیوں میں اسلحہ بھرا ہوا تھا۔ "عمران نے صفدر کی طرف رخ کر کے بولے سے کہا۔

صفدر بھی اس کی یہ بات سن کر چونک گیا لیکن اس نے چہرے سے کسی قسم کا تاثر ظاہر نہیں ہونے دیا۔

عمران کچھ دیر تک جہاز کی طرف دیکھتا رہا پھر صفدر اور پائیلٹ کو ساتھ لے کر ندی کی طرف چل دیا۔

وہ تینوں ایک بار پھر ندی میں تیرتے ہوئے جہاز پر پہنچ گئے۔ یہاں عمران نے سب سے پہلے کاک پٹ میں داخل ہو کر مشینری کا جائزہ لیا۔ دائرہ رنگ کا تمام سسٹم جل کر تباہ ہو چکا تھا۔ اگر وہ مزید دس منٹ تک پرواز کرتے رہتے تو جہاز کے ساتھ وہ خود بھی تباہ ہو جاتے۔

"یہ اس ڈیکوہا کی آخری منزل ہے پائیلٹ۔ یہاں سے اب یہ جہاز کہیں نہیں جاسکے گا۔"

”آپ کا خیال ٹھیک ہے مسٹر عمران! واقعی یہ اس کی آخری منزل ہے۔“
پائیلٹ نے اثبات میں سر ہلایا۔

عمران نے جہاز کے پچھلے حصے میں جا کر جائزہ لیا۔ بیٹیاں وغیرہ اگرچہ
الٹ پلٹ ہو چکی تھیں لیکن محفوظ تھیں۔ وہ واپس کاک پٹ میں آ گیا۔

”ہم کوٹھ سے اندازاً کتنی دور ہیں مسٹر پائیلٹ۔“ عمران نے پوچھا۔

جس وقت جہاز میں نقص پیدا ہوا تھا تو ہم پون گھنٹے کی مسافت پر تھے

لیکن یہ دہی کوٹھ شہر سے پنزدہ بیس میل کے فاصلے پر ہے۔ پیدل ڈیڑھ دو
گھنٹے میں پہنچا جاسکتا ہے۔“

پائیلٹ نے بتایا۔

عمران کچھ دیر تک سوچتا رہا پھر اس نے جہاز کے دروازے پر کھڑے

ہو کر جولیا، عمرانہ اور مس گارجیا کے علاوہ سب کو جہاز پر بلالیا اور جہاز
سے سامان اتار کر خشکی پر پہنچانے لگے۔

اس کام میں انہیں دو گھنٹے سے زیادہ وقت لگ گیا۔ انہوں نے

ندی کے کنارے پر جگہ صاف کر کے کیمپ لگالیا تھا۔ اس کے بعد وہ کتنی
دیر تک آپس میں بیٹھے پروگرام بناتے رہے۔

عمران کا کہنا تھا کہ ایک دو آدمی کوٹھ شہر چلے جائیں۔ جہاں وہ بکونی وغیرہ

کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے علاوہ کچھ قلی بھی ساتھ لے آئیں۔

اگر سردار ہو گواور بکونی کا قافلہ روانہ ہو چکا ہے تو وہ کوٹھ سے قلیوں

کو لاکر یہاں سے آگے نکل جائیں گے۔

تقریباً سب ہی نے عمران کے اس پروگرام سے اتفاق کیا تھا۔
 چنانچہ ملے کیا گیا کہ عمران اور چوہان کو ٹو جائیں گے۔
 جہاں رات گزارنے کے بعد وہ صبح قلیوں وغیرہ کا انتظام کر کے
 واپس آ جائیں گے۔

کیمپ کی حفاظت کی ذمہ داری صفدر وغیرہ پر چھوڑی گئی تھی۔
 عمران نے ڈیکوٹا کے پائیلٹ اور ایئر ہوسٹس مس گارجیا سے کہا کہ اگر
 وہ چاہیں تو ان کے ساتھ کو ٹو جاسکتے ہیں۔
 اس وقت شام کے پانچ بجے تھے اور زیادہ سے زیادہ سا
 بجے شہر پہنچ سکتے تھے۔

پائیلٹ اور ایئر ہوسٹس مس گارجیا بھی ان کے ساتھ جانے
 کو تیار ہو گئے تھے۔

چنانچہ عمران اور چوہان نے لکڑی کی پیٹیوں سے ٹامی گنیس اور
 وافر تعداد میں کار تو سن نکال کر جیبوں میں ٹھونس لیے۔
 اور وہ چاروں اپنے ساتھ تحقیق کو خدا حافظ کہہ کر جنگل میں
 داخل ہو کر کو ٹو شہر کی طرف چلنے لگے جو پائیلٹ کے اندازے کے
 مطابق یہاں سے پندرہ بیس میل کے فاصلہ پر تھا۔

کوئٹہ میں جہاز کے گرنے کی اطلاع پچھل چکی تھی۔

جس جگہ جہاز زندی میں اتارا گیا تھا وہ جگہ پائیلٹ کے اندازے کے مطابق ہی نکلی تھی یعنی کوئٹہ سے سترہ میل کے فاصلے پر۔

اور ظاہر ہے کہ یہ فاصلہ اتنا زیادہ نہیں تھا کہ ایک جہاز کو دھواں چھوڑ کر گرتے ہوئے نہ دیکھا جاسکے۔

جہاز کے انجن میں نقص پیدا ہونے سے تقریباً پندرہ منٹ قبل پائیلٹ کوئٹہ ایئر پورٹ سے وائرلیس پر بات کر چکا تھا۔

انجن میں خرابی پیدا ہونے کے پندرہ منٹ بعد بھی اس نے ایئر پورٹ سے رابطہ قائم کیا تھا۔

لیکن انجن میں نقص کے باعث یہ رابطہ بھی ٹوٹ گیا تھا اور ظاہر ہے ایئر پورٹ کا عملہ نشوونما میں مبتلا ہو گیا ہوگا۔

انہوں نے بار بار طیارے سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش بھی کی ہوگی ایسی صورت میں کیسے ممکن تھا کہ ایئر پورٹ کا عملہ مطمئن ہو کر بیٹھ گیا ہوگا۔ انہیں یہ معلوم ہو چکا تھا کہ طیارہ کوئٹہ سے شمال میں تقریباً پندرہ بیس میل

کے فاصلے پر جنگل میں کسی جگہ گر چکا ہے اور شہر سے ایک امدادی پارٹی بھی اسی طرف روانہ ہو چکی تھی۔ یہ امدادی پارٹی عمران وغیرہ کو تقریباً سات میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد جنگل میں مل گئی تھی۔ پائیلٹ اور ایئر ہوسٹس کو تو سب لوگ پہچانتے تھے۔ اس نے امدادی پارٹی کے سربراہ کو صورت حال سے آگاہ کر دیا۔

اور بتایا کہ طیارے کا عملہ اور مسافر مسٹر عمران کی ذہانت کے باعث موت کے منہ میں جانے سے بچ سکے ہیں۔

امدادی پارٹی جائے حادثہ پر جانے کے لئے مصرقی لیکن عمران انہیں کسی نہ کسی طرح واپس شہر لے جانے میں کامیاب ہو گیا۔ غروب آفتاب کے بعد ہی وہ لوگ شہر پہنچ سکے۔ ان کی خبر نانا فانا پورے شہر میں پھیل گئی اور کچھ ہی دیر بعد انہیں شہر کے میئر نے طلب کر لیا۔ وہاں بھی پائیلٹ نے عمران کی ذہانت کی بے حد تعریف کی اور جب اسے پتہ چلا کہ عمران اپنے ساتھیوں کے ہمراہ قدیم انکا تہذیب کا مطالعہ کرنے کے لئے سلطنت انکا کے کھنڈرات تک جانا چاہتا ہے تو اس نے انہیں ہر قسم کی سہولت فراہم کرنے کا وعدہ کر لیا۔

عمران نے انہیں یہی بتایا تھا کہ وہ اور اس کے ساتھی قدیم تہذیب کی تاریخ کے اسکا لریں اور انکا تہذیب کے مطالعہ کے لئے وہاں تک جانا چاہتے ہیں۔

رات عمران اور جوہان شہر کے میئر کے مہمان رہے۔ صبح اٹھتے ہی عمران

نے سب سے پہلے بکونی اور سردار ہوگو کے متعلق معلومات حاصل کیں تو اسے معلوم ہوا کہ ان کا قافلہ کل صبح یہاں سے روانہ ہو چکا ہے۔

عمران نے میر کی مدد سے اسی وقت قلیوں کی ایک جماعت کا انتخاب کیا اور دس بجے سے پہلے پہلے اپنے کیمپ کی طرف روانہ ہو گیا۔

وہ اب جلد سے جلد ہوگو کے قافلے کو راستہ ہی میں جا لینا چاہتا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر وہ جنگل سے نکل کر پہاڑوں میں پہنچ گئے تو ان کا قابو میں آنا مشکل ہو جائے گا۔

ایک بجے وہ قلیوں کی جماعت کے ساتھ اس جگہ پہنچ گیا۔ اس کے ساتھی اس وقت کھانا کھا رہے تھے۔ عمران وغیرہ بھی ان کے ساتھ کھانے میں شامل ہو گئے۔

اور کھانے کے صرف نصف گھنٹہ بعد ہی عمران نے کیمپ اٹھوا دیا اور وہ لوگ اپنی منزل کی طرف بڑھنے لگے۔ ان کے ساتھ پنڈرہ قلی تھے جنہوں نے سامان اٹھا رکھا تھا۔

ردانگی سے پہلے عمران نے بکسوں میں سے ٹامی گنیں اور کارتوس نکال کر اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیئے تھے۔ اس علاقے میں چونکہ گھوڑے نچر وغیرہ نہ ہونے کے برابر تھے اس لئے انھیں یہ سفر سیدل ہی طے کرنا پڑا تھا۔ سب سے آگے عمران اور صفر تھے۔ ان کے پیچھے جو لیا، عمرانہ پھر سامان بردار قلی اور آخر جوہان تنویر اور نعمانی وغیرہ۔ وہ سب ایک قطار میں آگے بڑھ رہے تھے۔

ان کے چلنے میں خاصی تیزی تھی۔ شام تک انھوں نے تقریباً تیس میل کا فاصلہ طے کر لیا۔ پھر ایک مناسب سی جگہ پر کیمپ لگا دیا۔
 جولیا اور عمران بھی اگرچہ ان کے ساتھ ممکن سے چور ہو رہی تھیں لیکن انھوں نے کیمپ لگانے کے فوراً ہی بعد کھانے کی تیاری شروع کر دی۔
 صفر ان کا ہاتھ بٹا رہا تھا۔ فمافی نے پیڑ و میکس روشن کر دیئے تھے۔

اور تنویر اور چوہان آس پاس سے خشک لکڑیاں جمع کرنے لگے تھے جب کہ عمران تیلیوں کے پاس بیٹھا گیس مار رہا تھا۔ اس کی یہ گیس بھی بے معنی نہیں تھیں۔

وہ تیلیوں سے اس راستہ کے بارے میں پوچھ رہا تھا جو انھوں نے اختیار کیا تھا۔ ایک قلی اسے بتا رہا تھا کہ وہ اصل راستے سے بہت ہٹ کر چل رہے ہیں۔

لیکن ایک روز کی مزید مسافت کے بعد دریا پار کرنے کے بعد وہ اصل راستہ کے بہت قریب آجائیں گے۔

جس دریا کا اس نے ذکر کیا تھا وہ جنوبی امریکہ کا سب سے طویل دریا ایمزن تھا۔ اور اس دریا کے اس پار ایمزن کا علاقہ شروع ہو جاتا تھا ایمزن کے جنگلات کا شمار دنیا کے خطرناک ترین جنگلات میں ہوتا تھا۔
 عمران جانتا تھا کہ ان جنگلات کو پار کرنا یا ان میں سفر کرنا آسان بات نہیں۔

موت ہر قدم پر مختلف انداز میں سامنے آتی تھی۔ جان بھتیگی پر رکھ کر چلنے والی بات تھی۔

ایک طرف ان جنگلات میں اگر انتہائی خوشخوار درندوں کا بسیرا تھا تو دوسری طرف درندوں سے بھی زیادہ خوشخوار قبائلی تھے جو اچانک ہی حملہ آور ہوتے تھے۔

یہ جنگلی خوشخوار ہونے کے ساتھ اس قدر ہوشیار واقع ہوئے تھے کہ اپنے شکار کو اس وقت تک خبر نہ ہونے دیتے تھے جب تک کہ ان پر جھپٹ نہ پڑتے۔

اور جب تک کوئی سنبھلتا ان کے زہر میں بچھے ہوئے نیزے ان کا خاتمہ کر دیتے۔

یہ علاقہ جہاں وہ کیپ لگائے ہوئے تھے زیادہ خطرناک نہیں تھا لیکن ایسا بھی نہیں تھا کہ وہ رات کو اطمینان کی نیند سو رہتے۔ کھانے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد وہ کچھ دیر تک باتیں کرتے رہے۔

عمران نے پہرے کے لئے دو دو آدمیوں کی ڈیوٹی مقرر کر دی۔ ہر پارٹی کو ڈھائی گھنٹے کی ڈیوٹی ملی تھی۔

پیٹر ویکس رات بھر چلتے رہے اور ساری پارٹیاں اپنے اپنے وقت کے مطابق ڈیوٹی دیتی رہیں۔

تین بجے سے ساڑھے پانچ بجے تک عمران اور نعمانی کی ڈیوٹی تھی ساڑھے پانچ بجنے کے کچھ ہی دیر بعد عمران نے باقی تمام افراد کو جگا

دیا جو لیا اور عمران نے ناشتہ کی تیاری شروع کر دی۔

عمران قلیوں اور دوسرے ساتھیوں کے ساتھ خیمے اٹھاڑنے لگا۔
ناشتہ تیار ہونے تک ان لوگوں نے سامان وغیرہ بانڈھ لیا۔ اور
ناشتہ کے کچھ ہی دیر بعد وہ لوگ آگے روانہ ہو گئے۔

دوپہر کو وہ کھانے کے لئے صرف ایک گھنٹہ کے لئے رکے تھے۔
شام تک انھوں نے تقریباً پچاس میل کا سفر طے کر لیا۔
اگر عمران عجلت سے کام نہ لیتا تو ایک دن میں وہ اتنا فاصلہ کبھی
بھی طے نہ کر سکتے تھے۔

شام کو دریائے ایزن کے کنارے پر کیمپ لگا دیا گیا۔ اس جگہ
سے دریا کا پاٹ بہت چوڑا اور پانی کی گہرائی بھی زیادہ تھی اور عمران
دریا کے کنارے کھڑا سوچ رہا تھا کہ دریا کس طرح پار کیا جائے۔
ات کو کھانے کے دوران بھی عمران یہ ہی سوچتا رہا۔ کچھ ہی دیر
بعد ایک ترکیب اس کی سمجھ میں آ گئی۔

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد عمران تمام قلیوں کو ساتھ لے کر
درختوں کی طرف چلا گیا۔ صفدر اور نعمانی بھی اس کے ساتھ تھے۔ ایک
پیڑ ویکس بھی وہاں پہنچا دیا گیا۔

عمران نے قلیوں کو ہدایت کی کہ وہ درختوں کی موٹی موٹی شاخیں کاٹ کر
ایک طرف ڈھیر کرتے رہیں۔

تقریباً دو گھنٹے میں بہت ساری شاخیں کاٹ ڈالی گئیں۔ یہ تمام

شاخیں عمران کی ہدایت پر دریا کے کنارے پہنچا دی گئیں اور پھر عمران ہی کی ہدایت کے مطابق ان بڑی بڑی شاخوں کو باریک لمبیلی شاخوں کی مدد سے ملا ملا کر باندھنا شروع کر دیا گیا۔

تقریباً ایک گھنٹے کی محنت کے بعد وہ ان شاخوں کی مدد سے ایک بہت بڑا تختہ تیار کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

یہ رات بھی گزشتہ رات کی طرح بخریت گزر گئی۔ صبح دیگر ضروریات اور ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد تمام سامان باندھ دیا گیا اور رات کو تیار کئے جانے والے تختہ کو دریا میں ڈال کر سامان اس پر لاد دیا اور عمران کے تمام ساتھی بھی اس پر سوار ہو گئے۔ یہ تختہ اتنا بڑا بنا یا گیا تھا کہ اس پر پچاس آدمی با آسانی بیٹھ سکتے تھے۔

صفدر اور جوہان دونوں کی لمبی لمبی مضبوط شاخیں لے کر تختہ کے اگلے سروں پر کھڑے ہو گئے تھے۔ ان کا کام صرف اتنا تھا کہ وہ ان ڈنڈوں کی مدد سے تختہ کا رخ سیدھا رکھیں۔

چار قلی، عمران اور نعمانی نیچے رہ گئے۔ عمران اور نعمانی نے فیض اتار کر تختہ پر پھینک دی تھیں اور پتلونوں کے پائینچے بھی ٹانگ لائے تھے۔ جب سب لوگ کشتی نما تختہ پر بیٹھ گئے تو عمران نے نعمانی اور قلیوں کی مدد سے تختہ کو پانی میں دھکیل دیا۔ انھوں نے تختہ کو ہٹا لیا اور تیر کر اسے پانی میں آگے دھکیلنے لگے۔

عمران کو بتایا گیا تھا کہ دریائے ایمزن میں مگر ٹھپے بھی بکثرت ہوتے ہیں

ان کے ساتھ قلی بھی اس بات سے آگاہ تھے اور جو قلی پانی میں
تختہ دھکیل رہے ان کے چہروں پر تو خوف کا ہلکا سا تاثر بھی نظر
آ رہا تھا۔

عمران کی نظریں چاروں طرف گھوم رہی تھیں۔ وہ دریا میں نصف
کے قریب فاصلہ طے کر چکے تھے کہ عمران کو تختہ کے دائیں طرف کچھ ہی
فاصلے پر پانی میں بلجس سی نظر آئی۔ دوسرے ہی لمحہ ایک مگر مچھ نے پانی
سے سر اُبھارا۔

”تنویر صدیقی۔ دائیں طرف۔ اسے ختم کر دو۔“ عمران مگر مچھ کی طرف
اشارہ کرتے ہوئے چیخا جو اب تختہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔

صدیقی اور تنویر نے فوراً ہی ٹامی گنیں سنبھال لیں اور مگر مچھ پر فائر
کھول دیا لیکن مگر مچھ پہلے ہی پانی کی تہ میں پہنچ چکا تھا۔

عمران کے ساتھ تختہ کو دھکیلنے والے چاروں قلی بہت زیادہ
خوفزدہ ہو گئے تھے۔ اور اب وہ تختہ کو دھکیلنے سے زیادہ ادھر اُدھر
دیکھنے لگے۔ ان میں سے ہر ایک کو یہ ہی خوف تھا جیسے ابھی کہیں سے
مگر مچھ پانی کے اندر سے سر اُبھارے گا اور ان میں سے کسی کو اپنے
بھیانک جبرٹوں میں پکڑ کر پانی کی تہ میں لے جائے گا۔

تنویر اور صدیقی تختہ پر کھڑے ٹامی گن سنبھالے دریا کی سطح کو گھور
رہے تھے اور عمران ان قلیوں کو اطمینان دلانے کی کوشش کر رہا تھا کہ
اب مگر مچھ نہیں آئے گا۔

چند منٹ گزر گئے اور ان چند منٹ میں صرف آٹھ دس گز فاصلہ ہی طے ہو سکا تھا کہ یکایک عران کو اپنے عقب میں کچھ گڑ بڑ کا احساس ہوا اس نے تیزی سے گردن گھما کر پیچھے کی طرف دیکھا۔

ایک مگر مجھے اپنا بھینانک جبر اٹھو لے تختے کو دھکیلتے ہوئے ایک قلی کی طرف بڑھ رہا تھا اس قلی نے بھی مڑ کر مجھے کو دیکھ لیا تھا۔

قلی کے ذہن پر غوث اس قدر مسلط ہو گیا کہ اس نے چنچتے ہوئے تختہ چھوڑ دیا اور تیزی سے ایک طرف تیرنے لگا۔ مگر مجھے نے بھی اپنے شکار کو تاڑ لیا تھا اور وہ بھی جبر اٹھو لے تیزی سے اس طرف بڑھ رہا تھا۔ قلی کے منہ سے مارے غوث کے بھینانک چیخیں نکل رہی تھیں۔

بدحواسی میں وہ تیرنا بھول کر اٹھ سیدھے ہاتھ پیر مارنے لگا تھا۔

اب مگر مجھے اس کے عین سہ پر پہنچ گیا۔ قلی نے چیخ مار کر ہاتھ پیر مارنے پیا ہے لیکن دوسرے ہی لمحہ مگر مجھ نے اس کی ٹانگ اپنے بھینانک جبرے میں جکڑ لی اور اسے پانی میں کھینچنے لگا۔

تنویر اور صدیقی ٹاسی گئیں بھالے چند لمحوں تک تو تصویر حیرت بنے یہ تماشہ دیکھتے رہے پھر جیسے یکایک ہوش میں آ گئے۔ انھوں نے ٹامی گزوں کا رخ مگر مچھ کی طرف کر دیا اور فائر کھول دیا۔

لیکن اتنی دیر میں مگر مجھے اپنے شکار کو کھینچتا ہوا پانی کی تہہ میں جا چکا تھا اور ان کی چلائی ہوئی گولیاں دریا کی سطح پر چھنیٹے اڑانے کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکیں۔

اس حادثہ سے دوسرے قلی بدحواس ہو گئے تھے عمران کے ساتھ تختے کو دھکیلنے والے تینوں قلی اچھل کر تختے کے اوپر چڑھ گئے۔ وہ کسی طرح بھی پانی میں آنے کو تیار نہیں تھے۔ مجبوراً خاورِ صدیقی اور تنویر کو ان کی مدد کے لئے آنا پڑا۔

اب وہ تیزی سے تختے کو دوسرے کنارے کی طرف دھکیل رہے تھے۔ ان کی نگاہیں چاروں طرف دریا کی سطح کا جائزہ بھی لے رہی تھیں لیکن مزید کوئی حادثہ پیش نہیں آیا اور وہ بحیرتِ کنارے پر پہنچ گئے۔ سامان وغیرہ اتارنے کے بعد تختے کو بھی کنارے پر پہنچ لیا گیا اور اسے درختوں کے اندر ایک ایسی جگہ پہنچا دیا گیا جہاں وہ محفوظ رہے اور واپسی پر وہ ان کے کام آ سکے۔

کنارے پر پہنچ کر عمران کو دو گھنٹے ضائع کرنے پڑے۔ یوں تو وہ سب ہی اس حادثے سے متاثر ہوئے تھے لیکن قلیوں پر اس کا زیادہ اثر ہوا تھا۔ ہونا ہی چاہیے تھا کیونکہ حادثے کا شکار ہونے والا قلی ان کا ہم وطن اور ساتھی تھا۔

دو گھنٹے بعد وہ آگے روانہ ہو گئے۔ سیرایزن کے جنگلات کا خطہ تھا اور انہیں نہایت احتیاط سے چلنا پڑ رہا تھا۔ دو پہر تک وہ صرف پندرہ میل کا فاصلہ طے کر سکے۔ ڈیڑھ گھنٹہ کھانے اور آرام کرنے میں صرف ہوا اور وہ دوبارہ آگے روانہ ہو گئے۔ ابھی انہوں نے دو چار میل کا فاصلہ ہی طے کیا تھا کہ سب بری طرح چونک گئے۔ وہ ڈھول پیٹنے کی آواز

تھی جو بہت دور سے آتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ یہ آواز ایک مخصوص طرز پر ابھر رہی تھی اور عمران اچھی طرح جانتا تھا کہ ڈھول پیٹنے کی اس مخصوص طرز کا کیا مطلب ہے۔

سامان بردار قلی بھی اس آواز کو سن کر چونک گئے تھے۔ انہوں نے سروں پر رکھا ہوا سامان اتار کر نیچے رکھ دیا اور سب ایک جگہ جمع ہو گئے ان کے چہروں پر خوف کے گہرے تاثرات ابھر آئے تھے۔

”کیا بات ہے۔ تم لوگ کیوں رک گئے۔“ عمران نے ان کے قریب آکر دوپچا ”یہ ڈھول کی آواز۔ ہم آگے نہیں جاسکتے جناب! نا تو قبیلہ جنگل میں ہماری موجودگی سے آگاہ ہو چکا ہے۔ اگر ہم لوگوں نے یہ سفر جاری رکھا تو ہم میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچ سکے گا۔“ ایک قلی نے خوفزدہ لہجے میں جواب دیا۔

”میں جانتا ہوں۔ لیکن تم لوگ کیا چاہتے ہو؟“
 ”ہم لوگ واپس جانا چاہتے ہیں جناب؟“

”واپسی کی کوشش میں تم لوگ موت سے زیادہ قریب ہو جاؤ گے کیا تم نہیں جانتے کہ ان قبائلیوں نے ہماری واپسی کا راستہ بھی سد کر دیا ہوگا اگر تم لوگ واپس جانا چاہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن یہ سوچ لو کہ تم لوگ ہمارے ساتھ زیادہ محفوظ رہ سکو گے۔ ہمارے پاس ہتھیار ہیں اور ہم آسانی سے ان کا مقابلہ کر سکتے ہیں مگر تم لوگ بہتے ہو۔ واپسی کی کوشش میں تم لوگ آسانی سے مارے جاؤ گے میں تمہیں دو منٹ کا وقت دیتا ہوں۔ اچھی طرح سوچ لو۔“

تلیوں سے ہٹ کر عران اپنے ساتھیوں کو ہدایات دینے لگا۔ ڈھول کی آواز مسلسل ابھر رہی تھی۔ عران کے تمام ساتھی ٹامی گینس منجھائے مستعد ہو گئے۔ تمام تلی ایک جگہ جمع ہو کر کچھ دیر تک آپس میں صلاح مشورے کرتے رہے پھر انھوں نے ان لوگوں کے ساتھ سفر جاری رکھنے پر آمادگی کا اظہار کر دیا۔ تلیوں نے شاید ان کے ساتھ رہتے پر ہی اپنی بھلائی سمجھی تھی۔

سفر دوبارہ شروع ہو گیا تھا۔ اس مرتبہ رفتار میں پہلے سے زیادہ تیزی تھی کچھ آگے بڑھنے کے بعد عران نے راستہ بھی تبدیل کر دیا تھا۔ اب وہ سیدھے آگے بڑھنے کی بجائے دائیں طرف ہٹ رہے تھے۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد ڈھول کی آوازاں سے بہت دور رہ گئی۔ لیکن عران جانتا تھا کہ ایزن کے قبائلیوں کے گھیرے سے نکل جانا اس قدر آسان نہیں تھا جتنا اس کے ساتھی سمجھ رہے تھے۔

وہ اب بھی گھیرے ہی میں تھے اور عران مسلسل راستہ کاٹ کر ان کے گھیرے سے نکلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ڈھول کی آوازاں بائیں طرف بہت دور سے آرہی تھی لیکن دفعتاً دائیں طرف سے بھی آواز ابھرنے لگی۔ یہ آواز بہت قریب تھی جسے سن کر وہ قدرے گھبرا گئے۔

عران نے ایک مرتبہ پھر راستہ کاٹ دیا۔ اب وہ سیدھا آگے بڑھ رہے تھے۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد وہ گھنے جنگل سے نکل کر ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں آگے درختوں کا سلسلہ کچھ چھڑا تھا۔ وہ ان چھدرے درختوں سے بھی نکل آئے۔ آگے درختوں کا ایک بہت بڑا جھنڈ تھا۔ وہ اس جھنڈ میں داخل ہو گئے۔

یہ جھنڈ کافی وسیع تھا اور۔ اہل انہوں نے جیسے ہی جھنڈ سے دوسری طرف نکلنا چاہا وہ سب ٹھٹھک کر رک گئے۔ جھنڈ کے دوسری طرف درختوں کے درمیان گھرے ہوئے ایک چھوٹے سے میدان میں بیسیوں ننگ و مہر ننگ قبائلی نیزے بٹھالے کھڑے تھے اور ان کے عقب میں کچھ جھونپڑیاں بھی نظر آرہی تھیں۔

ڈھول کی آوازیں اب چاروں طرف سے آنے لگی تھیں۔ دایہ کا راستہ بھی مسدود ہو چکا تھا۔ وہ درختوں کے اس جھنڈ میں گھر چکے تھے وفتا قلیوں نے سامان پھینک دیا اور چنچھے چلاتے ہوئے ادھر ادھر دوڑنے لگے۔

عمران اور صفدر وغیرہ نے بڑی مشکل سے انہیں دھمکا کر ایک جگہ جمع کر دیا۔ وہ سب خوف کے مارے بری طرح لرز رہے تھے وہ لوگ چاروں طرف سے گھیرے میں آچکے تھے۔ ڈھول پٹنے کی آوازیں اب بلند ہوتی جا رہی تھیں۔

اور۔ ساتھ ہی اب قبائلیوں کا شور بھی جنکھل میں گونجنے لگا تھا یہ آوازیں بھی چاروں طرف سے ابھر رہی تھیں۔

عمران غور سے سننے لگا۔ یہ انکا سے ملتی جلتی کوئی زبان تھی اور وہ لوگ ایک رزمیہ گیت گارہے تھے۔ جس میں کسی دیوتا کا بھی ذکر موجود تھا۔ یہ گیت سنکر عمران کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ اس نے جلدی جلدی اپنے تمام ساتھیوں اور قلیوں کو کچھ سمجھایا اور بلند آوازیں انکا زبان میں

کچھ گانے لگا۔

اس کے ساتھی اور تلی بھی اس کے ساتھ ہی یہ بول دہرا رہے تھے اور بول یہ تھے۔

”ناٹو قبیلہ کے دیوتانے اس قبیلہ کے افراد پر رحمت کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ اس نے اپنی حسین دیوی کو خوشحالی پھیلانے کے لئے قبیلہ میں بھیج دیا ہے۔ اور قبیلہ کے افراد پر یہ فرض عائد کر دیا ہے کہ وہ اس دیوی کی اطاعت کریں۔ اگر انھوں نے دیوی اور اسکے محافظوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو قبیلے پر تباہی نازل ہوگی۔ پلایا بنی۔ ان پر قہرین کرنازل ہوگا اور وہ سب رجائیں گے۔ ناٹو قبیلے کے، ناٹو! اپنی دیوی کا استقبال کرو اور خوشیاں مناؤ کہ دیوی کو تمہارے پاس بھیجا گیا ہے۔“

عمران نے عمرانہ کو اپنے تمام ساتھیوں کے درمیان سے لیا اور وہ لوگ یہی گیت گاتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔

یہ گیت گاتے آگے بڑھتے ہوئے وہ بظاہر بے خوف پرسکون اور مطمئن نظر آ رہے تھے لیکن اندرونی طور پر وہ خوفزدہ تھے۔ ان سب کے ہاتھ تھامی کنوں کے ٹرگروں پر تھے۔

وہ گیت گاتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ اب جنگل میں صرف انہی کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ قبائلی خاموش ہو چکے تھے۔

عمران کے اس واریلے کانپتے خاطر خواہ برآمد ہوا۔
 ناٹو قبیلے کے وہ خور غوار ننگ دھڑنگ تباہی جوتیں چار گھنٹے
 کی سخت محنت کے بعد اپنے شکار کو گھیر گھار کر ایک خاص جگہ پر
 لے آئے تھے۔

اور ان کی تھکے ہوئی گردن کے لئے ان پر ٹوٹ پڑنے سے
 پہلے اپنے دیوتا کی شان میں قصیدہ گوئی اور زمیہ گیت گارہے
 تھے۔ اپنے مخالفین کی طرف سے بھی اسی قسم کا گیت سن کر یکایک
 خاموش ہو گئے۔

جن افراد کو وہ گھیر گھار کر لائے تھے ان کے گیت نے انہیں
 اپنے میں ڈال ڈیا تھا۔

وہ انہیں دیوی کی آمد کا مژدہ سنا رہے تھے۔ وہ دیوی
 جس کا انہیں صدیوں سے انتظار تھا۔

دیوی کا نام سنکر ان کی زبانیں گنگ ہو گئیں نہر میں بھیجے
 ہوئے نیزوں کے رخ زمین کی طرف جھک گئے۔

عمران نے جب اپنی بکرا اس کا نتیجہ مثبت انداز میں نکلتے
دیکھا تو اس نے کچھ اور بھی زوردار آواز میں گانا شروع کر دیا۔
اس کے ساتھی ان الفاظ کو دہرا رہے تھے۔
اس نے اپنی قمیص اتار کر ایک شاخ پر ٹانگ لی تھی اور
اس طرح ایک جھنڈا بنا لیا تھا۔

عمرانہ کو درمیان میں لا کر اس کے اوپر ایک چادر ڈال
دی تھی اور اس طرح اس کا چہرہ چھپ گیا تھا۔
وہ گیت گاتے ہوئے ان خونخوار قبائلیوں سے چند
قدم کے فاصلے پر رک گئے جو مبہوت انداز میں کھڑے
ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔
عمران اپنے ساتھیوں کے ساتھ کچھ دیر تک ہا ہو کے
نرے بلند کرتا رہا۔

پھر اس نے ہاتھ اٹھا کر اپنے ساتھیوں کو خاموش رہنے
کا اشارہ کیا اور خود چند قدم آگے بڑھ آیا۔
وہ چند لمحوں تک گہری نظروں سے اپنے سامنے کھڑے
قبائلیوں کا جائزہ لیتا رہا۔ اس کی نظریں ایک ایک کے چہرے
پر پھسل رہی تھیں۔

ان میں قبیلے کا سردار بھی تھا جس نے سر پر پروں کا تاج
پہن رکھا تھا۔

اور۔ ان کا روحانی پیشوا بھی تھا جس کے گلے میں ہڈیوں کی لامتداد مالائیں پڑی ہوئی تھیں۔ بھروسہ سردار اور روحانی پیشوا کو مخاطب کر کے بلند آوازیں بولا۔

”میں دیوی کا خاص پجاری تم دونوں کو حکم دیتا ہوں کہ دیوی کے سامنے جھک کر تعظیم بجا لاؤ اور اپنے ساتھیوں کو بھی اس کا حکم دو۔ اگر تم لوگوں نے دیوی کی تعظیم نہ کی تو آج ہی پیلا بخار مہیں آن دو بوجے گا۔ اے روحانی پیشوا آگے آؤ۔ سب سے پہلے تم دیوی کو تعظیم دو۔“

عمران نے یہ الفاظ انکا زبان میں کہے تھے جسے سنکر وہ کچھ اور بھی مبہوت ہو گئے۔

اور۔ جب عمران نے روحانی پیشوا کو اشارہ کیا تو ان کی حیرت اور بھی بڑھ گئی۔

”تم کیسے جانتے ہو کہ قبیلے کا روحانی پیشوا ہوں۔“ اس نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

”میں دیوی کا سب سے بڑا پجاری ہوں اور سب کچھ جانتا ہوں۔ مجھ سے کوئی بات چھپی ہوئی نہیں ہے۔“

”ٹھیک ہے۔ مجھے کچھ دن پہلے بشارت ہوئی تھی کہ ناٹو دیتا اپنی دیوی کو یہاں بھیجنے والا ہے تاکہ وہ ہمیں خوشحال کر دے لیکن مجھے اس دیوی کی کچھ خاص نشانیاں بھی بتائی گئی ہیں۔ ہم اس

دیوی کو دیکھیں گے۔ اگر اس میں وہ خاص نشانیاں موجود ہوں تو ہم
اسے اپنی خوش قسمتی سمجھیں گے۔

”مجھے بتاؤ کہ دیوی کے متعلق کیا نشانیاں بتائی گئی ہیں میں ابھی
ان کی تصدیق کر دیتا ہوں۔“

”اس طرح نہیں۔ قبیلے کا سردار اور چند معززین خود ان نشانوں
کو چیک کریں گے جن کے متعلق یہاں کا بچہ بچہ جانتا ہے۔ اس کے
لئے دیوی کو لباس اتارنا پڑے گا۔“

”باپ رے۔“ عمران بڑبڑایا۔ پھر پہلے سے زیادہ اور
بارعب آواز میں بولا۔

”تم لوگ دیوی کی توہین کر رہے ہو۔ مجھے وہ نشانیاں بتاؤ
دیوی اسے خود تم پر آشکارا کرے گی۔“

روحانی پیشوا اس کے اس ہلچے سے مرعوب ہو گیا۔ وہ چند
لمحوں تک سوچتا رہا پھر بولا۔

”ہمیں دیوی کی جو نشانیاں بتائی گئی ہیں ان کے مطابق دیوی کے
سینے کے عین وسط میں ہلال کا نشان ہے۔ دوسری بات ہمیں بتائی
گئی تھی کہ جب دیوی بستی میں آئے گی تو زمین سے دھوئیں کا بادل
اٹھے گا۔ یہ دو خاص نشانیاں ہیں۔“

”ٹھہرو۔ میں ابھی بتاتا ہوں۔“

عمران خود عمرانہ کے اوپر اوڑھی ہوئی چادر میں گھس گیا اور

دھم لہجے میں بولا۔

”عمرانہ! انھوں نے جو کچھ کہا تم نے سنا“

”ہاں عمران بھائی! لیکن آپ نے مجھے کس مصیبت میں

ڈال دیا۔“

”اُس مصیبت سے ہم چھٹکارا پا سکتے ہیں بشرطیکہ تمہارے سینے پر ہلال کا نشان ہو۔ اگر نہیں تو ایسا نشان بنایا بھی جا سکتا ہے انگوٹھے کا ناخن اس کام میں مدد دے سکتا ہے۔ رہی دوسری بات تو وہ کوئی مشکل نہیں۔ دھوئیں کا ایک بم چھوڑ کر اس نشانی کو چورا کیا جا سکتا ہے۔“

”عمران بھائی! میرے سینے پر تدرتی طور پر ہلال کا نشان موجود ہے۔ اگر یہ اپنے قبیلے کی عورتوں کو بھیجیں تو میں دکھا سکتی ہوں۔“

عمرانہ بولی۔

”آوہ! بہت خوب بٹھرو میں ان سے بات کرتا ہوں۔“

عمران چادر سے باہر نکل آیا۔

اس نے صفدر کو قریب بلا کر سرگوشیاں انداز میں اسے ہدایت کی کہ وہ ایک پیٹی سے دھوئیں کے بم نکال کر انھیں مختلف اطراف میں اس طرح پھینک دے کہ قبیلہ کا کوئی فرد اسے بم پھینکتے ہوئے نہ دیکھ سکے۔ پھر وہ روحانی پیشوا کی طرف متوجہ ہو گیا۔

”دیوی کہتی ہے کہ ابھی دونوں نشانیاں تمہارے سامنے آجائیں گی

لیکن دیوی کے سینے پر ہلال کا نشان دیکھنے کے لئے تمہیں اپنی عورتوں کو بلانا ہو گا۔ وہی اس نشان کو دیکھ کر اس کی تصدیق کریں گی۔
 ”نہیں، اس مقدس نشانی کی تصدیق صرف میں اور میرے دوست کریں گے۔ عورتیں بعد میں آئیں گی۔“

روحانی پیشوا نے جواب دیا۔

عمران نے عمران کو بتایا تو اس نے انکار میں سر ہلا دیا۔
 ”نہیں عمران بھائی! یہ نہیں ہو سکتا۔ میں ان کے سامنے برہنہ نہیں ہو سکتی۔“

عمران! تم دیکھ رہی ہو کہ انھوں نے ایک منظم طریقے سے ہمیں چاروں طرف سے گھیرے میں لے رکھا ہے۔ ان کے زیریں بجھے ہوئے نیزے ہمیں موت کی نیند سلا دینے کے لئے بے قرار ہیں۔ ہم سب کی زندگی اور موت صرف ہتھارے ہاتھ میں ہے۔ تمہیں مکمل طور پر برہنہ نہیں ہونا پڑے گا۔ ان خبیثوں کو اپنے سینے پر ہلال کا نشان دکھا دو۔ اس کے بعد یہ ہتھارے سامنے سجدے میں گر جائیں گے اور ہتھارے اشارے پر اپنی جانیں تک دے دیں گے۔“

اس لمبی چوڑی تقریر کا عمران پر خاطر خواہ اثر ہوا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کی جانیں بچانے کے لئے ان وحشیوں کی سامنے اپنا سینہ برہنہ کرنے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ جب عمران نے روحانی

پیشوا کے سامنے اس کا اعلان کیا تو ٹھیک اسی وقت ان کے چاروں
طرف مختلف مقامات سے دھوئیں کے بادل اٹھنے لگے۔ صفدر
نے اپنا کام کر دیا تھا۔

”ناٹو قبیلے کے نا سمجھ لوگو! ایک نشانی تمہارے سامنے آچکی ہے
آؤ اور دیوی کے سینے پر دوسری نشانی بھی دیکھ لو۔“
عمران جنجا۔

زمین سے دھوئیں کے بادل اٹھتے ہوئے دیکھ کر قبائلیوں
کے چہروں پر رونق سی آگئی اور وہ بلند آوازیں چیخنے لگے۔ شاید
خوشی کے نرے لگا رہے تھے۔

روحانی پیشوا، سردار اور چار دیگر قبائلیوں کے ساتھ ان
کے قریب آگیا۔

عمران نے جولیا کے ساتھ مل کر عمران کے لئے چادر تان لی۔ اس
طرح دوسرے افراد کی طرف سے پردا ہو گیا تھا۔ جب وہ قبائلی
قریب پہنچ گئے تو عمران نے عمران کو اشارہ کیا۔

عمران نے شرمائے اس کی طرف سے رخ بدل لیا اور چہرہ
قبائلیوں کی طرف کر کے قمیض اتار دی۔

قمیض کے نیچے عمران نے بریزیر پہن رکھا تھا۔ شرم و حیا سے
اس کا چہرہ سرخ ہو چکا تھا۔

لیکن! اپنی اور اپنے ساتھیوں کی جان بچانے کے لئے اسے

ان وحشیوں کے سامنے اپنے جسم کا بالائی حصہ برہنہ کرنا ہی پڑا۔ اس نے جھجکتے ہوئے برنیر بھی اتار لیا۔

اس کے سینے کے ابھاروں کے عین وسط میں نیچے کی طرف ہلال کا ایک نشان بنا ہوا تھا۔

یہ نشان قدرتی ہی تھا اور سرخ رنگت اختیار کئے ہوئے تھا اس نشان کو دیکھ کر قبائلیوں کی آنکھوں میں چمک سی آگئی۔

روحانی پیشوا نے آگے بڑھ کر اس نشان پر انگلی رُھ دی۔ اور اسے اچھی طرح چھو کر دیکھنے لگا۔ وہ شاید اس بات کا اطمینان کرنا چاہتا تھا کہ یہ نشان جعلی تو نہیں۔

دوسری طرف عمرانہ کے چہرے کی رنگت کچھ اور بھی سرخ ہو گئی تھی۔ وہ دل ہی دل میں بری طرح پیچ و تاب کھا رہی تھی لیکن وہ بڑی مشکل سے اپنے اوپر قابو پائے رہی۔

روحانی پیشوا نے اپنا اطمینان کرنے کے بعد انگلی ہٹالی اور پیچھے ہٹ گیا۔

اور۔۔ اپنے ساتھیوں سے مدھم لہجے میں کچھ باتیں کرنے لگا انھوں نے اثبات میں سر ہلا دیے۔

اور۔۔ پھر دفعتاً روحانی پیشوا بلند آواز میں کچھ چیخا۔ اس کے ساتھ ہی وہ عمرانہ کے سامنے سجدے میں گر گیا۔ اس کے فوراً ہی جمہ تمام قبائلی چیختے ہوئے سجدے میں گر گئے۔

عمرانہ نے بلدی سے برنیزیر درست کیا اور قیض پہن لی۔ عمران اور جولیہ نے چادر ہٹالی۔

لیکن۔۔۔ عمرانہ نے اپنا رخ تبدیل نہیں کیا۔ وہ اپنے اندر اپنے ساتھیوں سے نگاہیں ملائے کی ہمت نہیں پا رہی تھی۔
قبائلیوں کے سجدے میں گرتے ہی عمران اور اس کے ساتھیوں کی جان میں جان آگئی۔

انھوں نے تباہی گمنوں کے دستوں سے ہاتھ ہٹائے اور اطمینان کا سانس لیا۔

”عمرانہ! تم نے ہم سب کی جان تو بچالی لیکن اب تمہیں دیوی کا کردار بھی انجام دینا ہو گا۔ انھیں سکم دو کہ یہ لوگ سجدے سے اٹھ جائیں اور ہم لوگوں کو قبیلے کی بستی میں لے جا کر ہمارے آرام کا بندوبست کریں۔“
عمران ہولے سے بولا۔

عمرانہ نے کھن انکھیوں سے اس کی طرف دیکھا۔ چند لمحوں تک دیکھتی رہی پھر قبائلیوں کی طرف رخ بدل کر بلند آواز میں چیخی۔

”تاؤ! کچے بھاریوں اٹھو۔ تمہاری غلطیاں معاف ہو چکی ہیں۔ میں ناؤ کی دیوی، دیوتا کے خاص حکم کے تحت تمہارے پاس آئی ہوں تاکہ تم میں خوشیاں تقسیم کر سکوں۔ تمہارے سروں پر غنچہ ست کے منڈلاتے ہوئے سائے دور کر سکوں اور تم پر رحمتوں کی بارشیں کر دوں۔“

میں ناٹو کی دیوی انسانی روپ دھار کر مہتارے سامنے
 آئی۔ تم لوگوں نے میری اصلیت پر شبہ کیا اور وہ نشانیاں
 طلب کی گئیں جن کی تمھیں بشارت دی گئی تھی وہ دونوں
 نشانیاں تم نے دیکھ لیں۔ زمین سے اٹھتے ہوئے بادل
 بھی اور میرے سینے پر ہلال کا سرخ نشان بھی۔

اٹھو! میں نے تمھاری خطائیں بخش دی ہیں میں اپنے
 بجا ریوں کے ساتھ ایک بہت طویل سفر طے کر کے آئی
 ہوں۔

میرے بجا ری اور محافظ اس سفر سے تھک چکے ہیں
 انہیں آرام کی ضرورت ہے۔ اور یاد رکھو۔ انہیں کوئی
 تکلیف نہ ہونے پائے۔ یہ میرے غلام ہیں اور تم ان
 کے غلام ہو۔ اٹھو اور انہیں عزت و احترام کے ساتھ
 بستی میں لے جاؤ۔ اور ان کے آرام کا بندوبست کرو۔
 عمارت خاموش ہو گئی

عمران اور صفدر وغیرہ نے توصیفی نگاہوں سے اس کی
 طرف دیکھ رہے تھے۔

حقیقت تو یہ تھی کہ عمار نے یہ تقریر اسی انداز میں اور لب و لہجہ میں
 کی تھی جیسے وہ سچ مچ ہی کی کوئی دیوی ہو۔ عمران نے بلند آواز میں اس کی
 تقریر کا ترجمہ کر دیا۔

اس کے خاموش ہوتے ہی تمام قبائلی سجدے سے اٹھ گئے۔
 قبیلے کا روحانی پیشوا تین مرتبہ اس کے سامنے رکوع کے بل جھکا
 پھر بستی کی طرف رخ کر کے بلند آواز سے چیخ کر اپنی زبان میں کچھ کہا۔
 اس کی آواز کی بازگشت ختم ہونے سے پہلے ہی ان کے عقب میں
 بستی کے جھونپڑوں سے بیسیوں وحشی عورتیں نکلی کر چیخیں چلاتی ان کی طرف
 دوڑیں۔

وہ عورتیں بالکل ننگ دھڑنگ تھیں۔ ان کے جسموں پر لباس
 نام کا ایک چٹھیرا تک نہیں تھا۔

ان کی رنگت تانبے کی طرح تھی اور ڈوبے ہوئے سورج کی سنہری
 روشنی میں ان کے جسم جگ رہے تھے۔

باپ رے۔ خدایا! ان چڑیلوں سے بچانا۔" عران آنکھیں بند
 کر کے دبدا یا۔

وحشی مردوں نے درختوں کے پتوں اور چھال سے جسم کے نچلے
 حصوں کی ستر پوشی کر رکھی تھی لیکن اس کے برعکس عورتوں نے جسم کے
 کسی بھی حصے کی ستر پوشی نہیں کی تھی۔

شاید ان کا رواج یہ ہی تھا کہ مرد ستر پوشی کریں اور عورتیں برہنہ
 رہیں۔

عورتوں نے آکر ان سب کو گھیرے میں لے لیا۔ کچھ عورتیں تو
 عرانہ کے گرد جمع ہو گئیں۔

اور۔ جس طرح ایک دلہن کو پکڑ کر ڈولی میں بٹھایا جاتا ہے اسی طرح اسے پکڑ کر جھونپڑوں کی طرف لے چلیں۔

باقی عورتیں عمران اور اس کے دیگر ساتھیوں کو گھیرے میں لے کر آگے بڑھنے لگیں۔

اس کے ساتھ ہی فضا ان کے عجیب و غریب شور سے گونج اٹھی وہ لوگ چیخ چیخ کر دیوی کے گیت گارہے تھے۔

وہ عورتیں عمران کو ایک الگ جھونپڑے میں لے جا رہی تھیں۔ عمران نے جو لیا کو بھی اشارہ کر دیا اور وہ بھی اسی طرف بڑھ گئی جس طرف عمران کو لے جایا جا رہا تھا۔

عورتیں عمران اور اس کے ساتھیوں کو مختلف جھونپڑوں میں لے جا رہی تھیں۔

ظاہر ہے ان کے لئے دیوی کا حکم تھا کہ اس کے سچاریوں اور محافظوں کے آرام کا خیال رکھا جائے۔

اور شاید اسی لئے ہر فرد کے ساتھ دو دو عورتیں تھیں۔ یہ عورتیں لباس پہنے ہوئے ہوتیں تو کوئی مداخلت نہ تھا۔

لیکن سب سے بڑی مصیبت یہ تھی کہ وہ قطعی برہنہ تھیں اور عمران وغیرہ عجیب سی وحشت محسوس کر رہے تھے۔

عمران نے بلند آواز سے چیخ کر روحانی پیشوا کو بلایا اور بارعب لہجے میں بولا۔

میں دیوی کا سب سے بڑا بھاری مہمیں یہ حکم دیتا ہوں کہ ان عورتوں کو ہم سے دور کر دیا جائے۔ ہم ان کے بغیر زیادہ آرام محسوس کریں گے۔

روحانی پیشوا بیچارہ سر ہلا کر رہ گیا۔

اس نے تمام عورتوں کو حکم دیا کہ وہ انھیں چھوڑ دیں اور صاف ان کے طلب کرنے پر ہی ان کے پاس جائیں۔

اسی طرف سے چھٹکارہ پاکر ان اور اس کے ساتھیوں نے قلیوں کی مدد سے جھونپڑوں سے ذرا ہٹ کر خیمے لگانے شروع کر دیے۔

جنگلی مرد اور عورتیں بڑی حیرت سے انھیں یہ کام کرتے دیکھ رہے تھے۔

خیمے وغیرہ لگانے کے بعد انھوں نے پیڑ و میکس روشن کر دیئے اور کھانا بنانے کی تیاری کرنے لگے۔

ظاہر ہے کہ یہ کام بھی اب انھیں ہی کرنا تھا کیونکہ عمرانہ دیوی بن جانے کے بعد ان کے لئے کھانا تیار نہیں کر سکتی تھی۔

ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ روحانی پیشوا اور سرداران کے پاس آ گئے۔

روحانی پیشوا کچھ دیر تک انھیں کام کرتے دیکھتا رہا پھر عمران سے مخاطب ہو کر بولا۔

آے دیوی کے سب سے بڑے بھائی دیوی کی آمد کی خوشی میں آج رات بستی کے عقبی میدان میں ایک بہت بڑا جشن منایا جائے گا اور تم لوگ بھی اس جشن میں شرکت کرو گے۔ یہ جشن چاند طلوع ہونے کے وقت شروع ہو جائے گا۔

”جشن“

عمران کراہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ رات بھر ہنگامہ رہے گا۔“
 ”ہاں۔ رات بھر خوشیاں منائی جائیں گی۔ اور جشن کا یہ ہنگامہ سات روز تک جاری رہے گا۔ ساتویں روز دیوی کو تاج پہنایا جائے گا۔“

”سات روز۔ لیکن دیوی تو کل روانہ ہو جائے گی۔“
 ”روانہ ہو جائے گی۔ لیکن کہاں؟“ روحانی پیشوا حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

دراصل بات یہ ہے کہ کچھ لوگ دیوی کے جوتے چرا کر بھاگ گئے ہیں۔ اور دیوی ان ہی کی تلاش میں ہے۔ وہ لوگ اسی طرف جا رہے ہیں جنگلوں کے اس پار پہاڑوں کے حصار میں ان کا قبیلہ آباد ہے۔ بونگار قبیلہ۔“

ہم نے یہ نام سنا ہے۔ بونگار کی طرف جانے والا راستہ بھی یہاں سے قریب ہی ہے۔ لیکن ہم نے کئی روز سے اس طرف سے

کسی کو گزرتے نہیں دیکھا۔" روحانی پیشوا بولا۔
 "ہو سکتا ہے وہ تمہیں دھوکہ دے کر آگے نکل گئے ہوں۔"
 "یہ نہیں ہو سکتا۔ کوئی بھی ہمارے نظروں میں آئے بغیر ان جنگلوں سے
 نہیں گزر سکتا۔"

"تو پھر ٹھیک ہے تم اپنے کچھ آدمیوں کو راستہ کی نگرانی کے
 لئے بھیج دو۔ بونگار و قبیلے کے آدمی جیسے ہی اس طرف سے گزریں ہیں
 اطلاع کر دو۔ اس وقت تک ہم تمہارے جشن سے لطف اندوز ہوتے
 رہیں گے۔"

"فکر نہ کرو۔ ہم بونگار و کے لوگوں کو پکڑ کر یہاں لے آئیں گے۔ انہیں
 دیوی کے سامنے پیش کیا جائے گا تاکہ دیوی ان سے اپنا جوتا وصول
 کر سکے۔ لیکن اسے بڑے سچاری! یہ جوتا کیا ہوتا ہے۔"
 "یہ دیوی دیوتاؤں کی باتیں ہیں۔ تم نہیں سمجھ سکو گے۔" عمران مسکرایا۔
 "ہاں ٹھیک ہے۔ میں نہیں سمجھ سکوں گا۔"

روحانی پیشوا سر ہلاتا ہوا سردار کے سامنے وہاں سے چلا گیا۔
 عمران وغیرہ کو جلد ہی ان کے جشن کی تیاریوں کا علم ہو گیا جو چھوڑوں
 کے عقب میں ایک وسیع میدان میں کی جا رہی تھیں۔

میدان کے وسط میں خشک لکڑیوں کا ایک بہت بڑا ڈھیر لگایا
 جا چکا تھا اور قبیلے کے افراد وہاں جمع ہو رہے تھے۔
 عمران وغیرہ کھانا کھا رہے تھے کہ دوننگ دھڑنگ عورتیں لکڑی

کے برتنوں میں ایک بدبودار مشروب لے آئیں۔ جو ظاہر ہے ان کی بنائی ہوئی شراب کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا۔

عمران اور اس کے ساتھیوں میں سے کسی نے اس مشروب کی طرف دیکھا تک نہیں۔ لیکن ان کے ساتھ آئے ہوئے قلیوں نے چپکے لے لے کر اس مشروب کو پیا۔

مشروب لانے والی عورتیں صحت مند اور بھرے ہوئے جسموں کی مالک جوان عورتیں تھیں۔

عمران وغیرہ کی طرف سے مایوس ہو کر وہ ان تیلیوں ہی کے پاس جا بیٹھی تھیں جو ان سے بخش قسم کے مذاق کر رہے تھے اور وہ قہقہے لگا رہی تھیں۔

پھر تقر آدھے گھنٹے بعد سردار انہیں لینے کے لئے آگیا اسی نے بتایا کہ مسبقی کے تمام لوگ میدان میں جمع ہو چکے ہیں اور روحانی پیشوا دیوی کو لینے کے لئے اس کے جھوپڑے کی طرف جا چکا ہے اور جشن شروع ہونے میں تھوڑی ہی دیر باقی ہے۔

یہ سب ہی دن بھر کے سسر کے قہقہے ہوئے تھے۔ آرام کرنا چاہتے تھے لیکن ظاہر ہے اب وحشیوں کے جشن میں شریک ہونا آرام کرنے سے زیادہ ضروری تھا۔ ورنہ ہو سکتا تھا کہ ان کے انکار کو دیوی کی توہین سمجھ کر وہ ان پر غضب پڑ ہی پڑتے۔ چنانچہ وہ لوگ اٹھ کر خاموشی سے جشن گاہ کی طرف چل دیے۔

عمرانہ کو جس جھونپڑے میں لے جایا گیا تھا وہ کافی بڑا تھا۔ اس کی دیواروں پر مختلف جانوروں کی کھوپڑیاں اور کھالیں ٹنگی ہوئی تھیں۔

فرش پر پیال بچھی ہوئی تھی۔ پیال اس قدر نرم اور دبیر تھی کہ پیراندر دھنسا جا رہا تھا۔ جھونپڑے کے اندر تاریکی تھی۔

ایک لڑکی نے کونے میں پڑے ہوئے دو چھماق پھتر اٹھا کر انہیں رگڑا اور ان کی بدد سے ایک طرف دیوار کے ساتھ ٹنگی ہوئی مشعل جلا دی۔

مشعل جلنے ہی جھونپڑے کے اندر ایک ناگوار سی بو پھیل گئی مشعل میں شاید کسی جانور کی چربی جل رہی تھی۔

اس جھونپڑے میں عمرانہ اور جولیا کے علاوہ سات قبائلی لڑکیاں تھیں جو سب کی سب برہنہ ہی تھیں۔

یہ ساتوں قبیلے کی انتہائی جوان اور حسین لڑکیاں تھیں اور

وہ سب کنواری تھیں۔

ان کے ذمے روحانی پیشوا کی طرف سے یہ فرض عائد کیا گیا تھا کہ وہ دیوی کو جشن میں شرکت کے لئے تیار کریں اور ساتھ ہی اس کی پجاریں کو بھی۔

وہ سب لڑکیاں نہایت مودبانہ انداز میں عمرانہ کے گرد کھڑی تھیں۔

اور وہ تقدیس اور جرت آمیز نگاہوں سے دیوی کے حسین چہرے کو دیکھ رہی تھیں۔

کچھ دیر بعد ان میں سے دو لڑکیاں عمرانہ کے بالکل قریب آگئیں ان میں سے ایک نے عمرانہ سے کچھ کہا۔

لیکن عمرانہ کچھ نہ سمجھ سکی۔ تب ایک لڑکی اس کا لباس بکڑ کر کھینچنے لگی۔

شاید وہ اسے لباس اتارنے کو کہہ رہی تھی۔ دو لڑکیاں جولیہ کو بھی اسی قسم کے اشارے کر رہی تھیں۔

”اے جولیہ! یہ کیا کہہ رہی ہیں؟“

عمرانہ بولی۔

”میرا خیال ہے کہ یہ ہمارا لباس اتروانا چاہتی ہے تاکہ اپنی رسوم کے مطابق دیوی کو تیار کر سکیں۔“

جولیہ نے جواب دیا۔

”ہائے اللہ۔ مجھے تو انہیں برہنہ دیکھ کر پہلے ہی شرم آ رہی ہے۔“

”مجبوری ہے عمرانہ! جہاں تک میرا خیال ہے اس جھوٹے میں کوئی مرد نہیں آئے گا۔ ہمیں ان کی ہدایت پر عمل کرنا چاہیئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارا انکار انہیں کسی شبہ میں ڈال دے یہ دیکھو۔ یہ میرا لباس بھی کھینچ رہی ہیں۔ اور میں لباس اتار رہی ہوں۔“

جولیا نے کہا۔ اور مسکرا کر لڑکیوں کی طرف دیکھتی ہوئی اپنا لباس اتارنے لگی۔

چند لمحوں بعد ہی جولیا بالکل برہنہ ہو چکی تھی۔ اس کی دیکھا دیکھی عمرانہ نے بھی جھجکتے ہوئے لباس اتار دیا۔

دونوں کے چہرے شرم سے سرخ ہو چکے تھے اور وہ شرمسار نگاہوں سے ایک دوسری کی طرف دیکھ رہی تھیں انہیں برہنہ دیکھ کر ان ساتوں لڑکیوں کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

ان کے جسموں کی رنگت تانے کی طرح تھی جب کہ عمرانہ اور جولیا کے جسم گلابی رنگت لئے ہوئے تھے۔

جولیا کے قریب جو دو لڑکیاں کھڑی تھیں وہ چند لمحوں تک

حیرت سے اس کی طرف دیکھتی رہیں۔

پھر۔ ایک لڑکی نے بے اختیار ہاتھ بڑھا کر جولیا کے سینے کو چھو لیا اور اسے سٹول کر دیکھنے لگی۔

جولیا کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا۔

دوسرے ہی لمحے اس نے غصہ سے بے قابو ہو کر لڑکی کے

رخسار پر ایک بھرپور طمانچہ جڑ دیا۔

لڑکی جینتی ہوئی پیچھے ہٹ گئی اور خونخوار نگاہوں سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

جولیا اسے طمانچہ تو مار بیٹھی تھی لیکن پھر یک دم گھبرا گئی۔

وہ ڈر گئی کہ ہو سکتا ہے وہ ساری لڑکیاں اس سے لپٹ جائیں اور اس کی تکیہ بوٹی کر ڈالیں۔

چنانچہ اس نے عمران والا حربہ آزمایا اور بلند آواز سے

ناٹو ناٹو چیختی ہوئی عمرانہ کی طرف دیکھنے لگی۔

نتیجہ خاطر خواہ نکلا۔

لڑکی کے چہرے پر غصہ کی بجائے یک دم خوف کے آثار

پھیل گئے۔

اور وہ جھکی جھکی نگاہوں سے عمرانہ کی طرف دیکھنے لگی۔ پسند

لمحے گزر گئے۔

پھر ان میں سے ایک لڑکی نے انہیں نرم پیاں پر بٹھادیا اور

جھونپڑے کے ایک کونے سے کسی جانور کی کھال کی ایک پوٹلی اٹھائی۔
اس پوٹلی میں زرد رنگ کا سفوف تھا۔

انہوں نے وہ سفوف آدھا آدھا تقسیم کر لیا اور اس سے
جولیا اور عمرانہ کے جسم کی مالش کرنے لگیں۔

سفوف بنجانے کس چیز کا بنا ہوا تھا اس میں نہایت ہی مسخوڑ
خوشبو تھی کہ پورا جھونپڑا مہک اٹھا۔
ان کے دماغ معطر ہو گئے۔

اور وہ دونوں ذہنی طور پر عجیب سی طمانیت کا احساس
کرنے لگیں۔

تقریباً آدھے گھنٹے تک وہ اس خوشبودار سفوف سے ان
کے جسموں کو ملتی رہیں۔

ایک لڑکی ساتھ والے جھونپڑے سے ایک اور بڑی سی
پوٹلی اٹھالائی۔

اس پوٹلی میں درختوں کی لمبکیلی شاخوں اور گھونگھوں وغیرہ کی جھالریں
بنی ہوئی تھیں۔

یہ جھالریں انہوں نے عمرانہ اور جولیا کو پہنا دیں۔ ایک جھالری
جسم کے بالائی حصہ پر اور ایک زیریں حصہ پر۔

عمرانہ کو گلے میں ہڈیوں کی تین مالائیں بھی پہنائی گئی تھیں۔ وہ
سمجھ گئیں کہ انہیں اسی لباس میں جشن میں شرکت کرنی پڑے گی۔

انہوں نے اٹھ کر ایک دوسرے کی جھالروں کا جائزہ لیا۔ یہ
جھالریں اس قدر عمدگی سے بنائی گئی تھیں کہ ان کے نیچے جسم کے حصے
مکمل طور پر چھپ گئے تھے۔

اوپر والی جھالروں نے پورے سینے کو چھپا لیا تھا اور
نچلی جھالریں لمبائی میں رانوں تک تھیں۔

جسم کی ذرا سی حرکت سے جھالریں ہلنے لگتیں جس سے انکے
نیچے جسموں کے حصے جھانکنے لگتے۔

لہذا انہوں نے طے کیا کہ عریانیت چھپانے کے لئے نہایت
احتیاط سے کام لیا جائے گا۔

ان دونوں کے بال پشت پر پھیلا دیے گئے تھے۔

اور حقیقت تو یہ ہے کہ اس لباس میں وہ دونوں ہی بہت حسین
لگ رہی تھیں۔

عمرانہ کا حسن جو لیا سے کچھ زیادہ ہی نکھر رہا
تھا۔

تقریباً پندرہ بیس منٹ بعد جھونپڑے کے باہر ایک
آواز ابھری۔

جواب میں اندر سے بھی ایک لڑکی نے چیخ کر بلند آواز
میں کچھ کہا۔

اور۔۔۔ ان دونوں کو باہر نکلنے کا اشارہ کیا۔ وہ دونوں

ایک دوسرے کی طرف دیکھتی جھجکتی شرماتی دروازے کی طرف بڑھیں۔

ایک لڑکی نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ جب وہ باہر نکلیں تو جھونپڑے کے سامنے قبیلے کا روحانی پیشوا اور چند قبائلی کھڑے تھے۔

انہیں دیکھتے ہی پیشوا بلند آواز سے چیخا اور اس کے ساتھ سب قبائلی سجدے میں گر گئے۔

وہ چند لمحوں تک عمرانہ کے سامنے سجدے میں گرے رہے پھر اٹھ کر آگے چلنے لگے۔

ان کے پیچھے پیچھے عمرانہ اور جو لیا برہنہ لڑکیوں کے جھرمٹ میں چل رہی تھیں۔

وہ نہایت احتیاط سے قدم اٹھا رہی تھیں۔ مبادا کہ تیز حرکت سے ان کے جسم پر ہنہ ہو جائیں۔

روحانی پیشوا اور قبائلی بلند آواز میں دیوی کی عظمت کے گیت گاتے ہوئے جھونپڑیوں سے نکلی کر پچھلی طرف آگئے۔ جہاں میدان کے وسط میں ایک بہت بڑا لاؤ روشن تھا۔

اور۔ چاروں طرف سینکڑوں قبائلی بیٹھے ہوئے تھے

میدان کے ایک طرف ایک بلند چوڑا بنا ہوا تھا جس پر نرم پالیاں بچھی ہوئی تھی۔

یہ لوگ جیسے ہی چبوترے پر پہنچے پیشوا، دوبارہ چینی اور میدان کے چاروں طرف کھڑے ہوئے تمام قبائلی مسجد سے میں گر گئے۔

دوسری چیخ پر وہ مسجد سے اٹھ گئے اور بلند آواز سے دیوی کی عظمت کے گیت گانے لگے۔
 عمران اور اس کے ساتھی بھی اس بڑے چبوترے کے ساتھ ایک چھوٹے چبوترے پر موجود تھے۔

قبائلیوں کا یہ شرشور تقریباً پندرہ بیس منٹ تک جاری رہا پھر روحانی پیشوا نے قبائلیوں کے سامنے دیوی کی تقدیس کی داستان بیان کی اور دیوی کی اجازت سے جشن کے آغاز کا اعلان کر دیا۔ جشن کیا تھا قبائلیوں کی بہادری کے مظاہرے ہو رہے تھے۔ مختلف مقابلوں میں کئی قبائلی بیچارے مارے گئے اور جو فاتح بنے انہیں دیوی کے سامنے پیش کیا گیا۔ دیوی نے ہاتھ اٹھا کر ان کی خوشحالی کی دعا مانگی۔

آدھی رات تک بہادری کے مقابلے اور کھیل تماشے ہوتے رہے پھر نشہ آور مشروب کے بڑے بڑے مشکے اور لکڑی کے برتن میدان میں رکھ دیئے گئے اور قبائلی اپنے روحانی پیشوا کا اشارہ پاتے ہی مشروب کے مشکوں پر ٹوٹ پڑے۔ ان میں مردھی تھے اور عورتیں بھی جلد ہی اس مشروب کا نشہ ان کے ذہنوں پر چھا گیا اور وہاں ایک

طوفان بد تمیزی مچ گیا۔

مرد اور عورتیں میدان میں ایک دوسرے سے خلط ملط ہو رہے تھے۔ ایک وحشیانہ کسیل شروع ہو چکا تھا۔

عمرانہ زیادہ دیر تک اس کھیل کو دیکھ نہ سکی۔ اس نے جوانی کو اشارہ کیا اور ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ ان کے اٹھتے ہی روحانی پیشوا اور سردار بھی اٹھ گئے۔ برہنہ لڑکیوں نے انھیں اپنے تھبرٹ میں لے لیا۔

اور۔۔۔ چوتھے سے اتر کر جھونپڑوں کی طرف بڑھنے لگے۔ لڑکیاں اور سردار وغیرہ اب بھی اس کی عظمت کے گیت گارہے تھے۔

سردار، روحانی پیشوا اور دوسرے مرد جھونپڑے کے باہر ہی رک گئے۔ اور لڑکیاں ان دونوں کو لے کر اندر گھس گئیں۔

جھونپڑے میں آتے ہی جو لیا اور عمرانہ نے جھالروں والا لباس اتار کر اپنا لباس پہن لیا۔ وہ دونوں آپس میں کچھ دیر تک باتیں کرتی رہیں۔

پھر جو لیا عمران کو بلانے کے لئے باہر چلی گئی۔ کچھ دیر بعد عمران جو لیا کے ساتھ کمرے میں آ گیا۔ عمران نے تمام لڑکیوں کو جھونپڑے سے باہر نکال دیا۔

اور وہ تینوں وہاں بیٹھے اس مصیبت سے نجات پانے کا منصوبہ بنانے لگے۔

وہ لوگ اگرچہ رات کے آخری پہر سوئے تھے لیکن عمران
صبح سویرے ہی بیدار ہو گیا۔
اور۔ اس کے ساتھیوں میں سے کوئی بھی آٹھ بجے سے پہلے
نہیں اٹھ سکا تھا۔

گزشتہ رات جشن کے آغاز سے پہلے قبیلے کے سردار
سے جو گفتگو ہوئی تھی۔ اس سے عمران کو یہ تو معلوم ہو چکا تھا کہ بونگارو
قبیلے کی طرف جانے والا راستہ یہاں سے قریب ہی ہے۔ یہ
راستہ انکا کے قدیم کھنڈرات کی طرف نکلی جاتا تھا۔
سردار کے کہنے کے مطابق گزشتہ کئی روز سے کوئی بھی
اس راستے سے نہیں گزرا تھا۔

اس کا مطلب یہ ہی تھا کہ بونگارو قبیلہ کا سردار ہوگا اور
بکونی کا قافلہ ابھی تک اس راستے سے نہیں گزرا۔
بونگارو قبیلہ اور انکا کی قدیم سلطنت کی طرف جانے
کے لئے صرف دو ہی راستے تھے۔

ایک تو یہی جو ایمزن کے جنگلات میں سے ہو کر گزرتا تھا
اس راستہ میں اگرچہ خطرات زیادہ تھے۔
لیکن مسافت کم تھی۔

دوسرا اس دریاۓ ایمزن کے منبع کے اوپر
سے ہو کر جاتا تھا۔

لیکن وہ راستہ اس قدر طویل تھا کہ بہت کم لوگ
اس طرف سے جانے کو ترجیح دیتے تھے۔

حفاظتی انتظامات کے ساتھ وہ لوگ جنگل کا راستہ
ہی اختیار کیا کرتے تھے۔

لیکن عمان کو حیرت تھی کہ بکونی وغیرہ ابھی تک اس طرف
کیوں نہیں پہنچے۔

جب کہ اس کی معلومات کے مطابق وہ لوگ اس سے
ایک روز پہلے ہی کوئٹو سے روانہ ہو چکے تھے۔

اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی تھی کہ عمران کی پارٹی
انتہائی تیز رفتاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے راستہ کاٹتی
ہوئی جلد یہاں تک پہنچ گئی تھی۔

دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی تھی کہ بکونی وغیرہ
نے اس طرف آنے کی بجائے ایمزن کے منبع والا طویل راستہ
اختیار کیا ہو۔

لیکن —!
 عمران اس خیال سے متفق ہونے کو تیار نہیں تھا کیونکہ
 ان کی بھی یہ ہی کوشش رہی ہوگی کہ وہ جلد سے جلد اپنے قبیلے
 میں پہنچ جائیں۔

اور اس کے لئے نظارہ رہے کہ وہ نزدیک ہی راستہ ہی
 اختیار کریں گے۔

بہر حال! سردار نے گزشتہ رات ہی اپنے آدمی رستم
 کی نگرانی کے لئے بھیج دیئے تھے اور عمران کو ہر لمحہ ان
 کی طرف سے کسی اطلاع کا انتظار تھا۔

صبح کا سورج طلوع ہونے کے ساتھ ہی قبائلیوں
 نے بستی کے عقبی میدان میں ہنگامے شروع کر دیئے تھے۔
 وہ جشن منا رہے تھے۔ سردار نے انہیں بھی دعوت
 دی تھی۔

لیکن عمران نے اسے بڑی خوبصورتی سے ٹال دیا۔
 عمران بڑے جھونپڑے میں بند ہو کر رہ گئی تھی۔ اسے مکمل
 طور پر دیوی کا درجہ دے دیا گیا تھا۔
 اور — نظارہ رہے ایک دیوی عام انسانوں میں نہیں گھل
 مل سکتی تھی۔

اس کے جھونپڑے کے چاروں طرف خوشخوار وحشیوں کا

بہرہ تھا جو نہر میں سجے ہوئے نیزے ہاتھوں میں لئے ٹہلتے رہتے
 کسی کو اس طرف جانے کی اجازت نہیں تھی۔ عسرن نے
 اپنے آپ کو چونکہ دیوی کا سب سے بڑا بچا۔ ی ظاہر کیا تھا اس
 لئے صرف وہی آزادی سے جھونپڑے میں آجا سکتا تھا۔
 یا پھر جولیسا تھی جو دیوی کی خاص بھاری کی حیثیت سے
 اس کے ساتھ رہ رہی تھی۔

صبح تنویر نے عمران سے ملاقات کے لئے جھونپڑے میں داخل
 ہونے کی کوشش کی تھی۔

لیکن قبائیلوں نے اسے جھونپڑے کے قریب ہی نہیں
 پہنچنے دیا تھا۔

اور وہ بھناتا ہوا واپس چلا گیا تھا۔
 بیٹے کی سات کنواریاں ہر وقت دیوی کے قریب موجود
 رہتیں۔

وہ ساتویں دیوی کی خدمت کے لئے مقرر کی گئی تھیں۔
 لیکن عمران جب بھی جھونپڑے میں جاتا ان سب کو باہر
 دنگا دیتا۔

کیونکہ عمران اور ان کی بیک وقت موجودگی سے عمران اور
 جولیسا شرم کے مارے بات بھی نہ کر سکتی تھیں۔
 سارا دن گزر گیا سورج مغرب کی طرف چھٹکنے لگا تھا۔

اس کے ساتھ ہی عمران کی بے چینی میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

وہ حیران تھا کہ بکونی وغیرہ اس سے ایک روز پہلے کوئٹہ سے روانہ ہوئے تھے لیکن اب تک یہاں کیوں نہیں پہنچے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ احفوں نے اپنے قبیلے تک پہنچنے کے لئے دوسرا راستہ اختیار کیا ہو۔

شام کا اندھیرا پھیلنے کے کچھ ہی دیر بعد سردار کے بھیجے ہوئے دو آدمی بستی میں واپس آ گئے۔

احفوں نے بتایا کہ راستہ کو دونوں طرف دور دور تک چیک کر لیا گیا ہے۔

لیکن! اس راستے پر کسی انسان کا نشان نہیں ملا۔ تاہم راستوں کی نگرانی بدستور جاری ہے۔

کھانے کے بعد انہیں ایک بار پھر بستی کے عقبی میدان میں لے جایا گیا جہاں جٹن کی دوسری رات کا آغاز ہو چکا تھا۔ اس رات بھی عمران کو گزشتہ رات والا لباس پہنا کر وہ لایا گیا۔

رات کے پچھلے پر جب شراب کے نشے میں مدہوش قبائلی مرد اور عورتیں گھناؤنا کھیل کھیلنے لگے تو گزشتہ رات کی طرح وہ دونوں اٹھ گئیں۔

اور۔ ان کے ساتھ ہی عمران وغیرہ بھی اٹھ کر اپنے خیموں میں آگئے۔ صبح کا سورج ابھی طلوع بھی نہیں ہوا تھا کہ پوری بستی ڈھول کی آوازوں سے گونج اٹھی اور ساتھ ہی وحشیوں کی ہاہو کی آوازیں فضا میں گونجنے لگیں۔

یہ شور سنکر ہی عمران کی آنکھ کھلی تھی۔ قبائلی حلق بھاڑ بھاڑ کر بیخ رہے تھے۔

عمران نے ان چیخ و پکار پر توجہ دی تو چونک گیا۔ وہ لوگ جو کچھ کہہ رہے تھے اس کا مطلب یہ تھا کہ بھاگو قبیلہ کے وحشیوں نے ایک بار پھر ان کی بستی پر حملہ کر دیا ہے۔ لیکن اس مرتبہ ناٹو دیوتا کی دیوی بستی میں موجود ہے۔ وہ ایسی بد دعا دے گی کہ بھاگو قبیلے والے خاک و خون میں لوٹ جائیں گے۔

عمران کے تمام ساتھی بھی بیدار ہو چکے تھے اور عمران انہیں اسی صورت حال سے آگاہ کر رہا تھا۔
 ”یہ بھی ایک رہی۔ میرا تو خیال ہے کہ اب ہمیں ان حملہ آوروں سے بھی لڑنا پڑے گا۔“
 تنویر بڑبڑایا۔

خیال ہی نہیں۔ حقیقت ہے۔ تم لوگ جلدی سے اٹھ جاؤ۔ اپنی گنیں تیار کر لو۔ اور کار تو سوں کی پیٹیاں کھول لو۔ میں سردار

سے معلوم کرتا ہوں۔“

عمران کہتا ہوا باہر نکل گیا۔

خیمے کے سامنے ہی اسے قبیلے کا سردار اور روحانی پیشوا

مل گیا۔ وہ دونوں اسی طرف دوڑنے آرہے تھے۔

”اے دیوی کے سب سے بڑے بھاری۔“ پیشوا اسے

دیکھتے ہی بولا۔

”بھاگو قبیلے والوں نے گزشتہ چاند کی طرح اس بار بھرہم پر

حملہ کر دیا ہے۔ جاؤ۔ مقدس دیوی سے کہو۔ انہیں ایسی بر دعا

دے کہ وہ خاک و خون میں لوٹ جائیں۔“

”ضرور ایسا ہی ہوگا۔ لیکن۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ حملہ آوروں

کی تعداد کتنی ہے۔“

عمران نے پوچھا۔

”ان کی تعداد ہمارے ہی جتنی ہے۔ لیکن وہ ہم سے زیادہ طاقتور

ہیں۔ وہ ہمیشہ ہماری کنواریوں کو چھین کر لے جاتے ہیں۔“

بھاری بولا۔

”مطمئن رہو۔ اس مرتبہ ایسا نہیں ہوگا۔ جاؤ۔ تم اپنے تمام آدمیوں

کو بستی کے پچھلے میدان میں جمع کر لو۔“

عمران کہتا ہوا خیمے میں گھس گیا۔

اس بستی کے قبائلیوں کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی اور

ظاہر ہے حملہ آور بھی تقریباً اتنی ہی تعداد میں ہوں گے۔

سات آٹھ آدمیوں کے ساتھ اتنی بڑی تعداد سے نمٹنا اگرچہ کوئی آسان کام نہ تھا لیکن آتشیں اسلحہ سے وہ انہیں بھگا سکتے تھے۔ عمران نے ایک بیٹی سے دوٹامی گنیں نکال کر ان کے میگزین لوڈ کئے اور عمران کے جھونپڑے کی طرف چل دیا۔ راستہ میں ملنے والے مردوں کے حوصلے اگرچہ بلند تھے لیکن عورتیں انتہائی خوفزدہ تھیں اور ادھر ادھر بھاگ رہی تھیں۔ وہ جھونپڑے میں پناہ لینے کے لئے ادھر ادھر دوڑ رہی تھیں۔

عمران سیدھا عمران کے جھونپڑے میں گھس گیا۔ اس نے انہیں اس نئی صورت حال سے آگاہ کر کے ان کی حفاظت کے لئے دونوں ٹامی گنیں انہیں دے دیں اور باہر آ گیا۔

تمام قبائلی بستی کے عقبی میدان کی طرف دوڑے جا رہے تھے اور اسی میدان کے دوسری طرف بہت دور سے ڈھول پیٹنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ ظاہر ہے یہ حملہ آور تھے جو ڈھول پیٹتے ہوئے بستی کی طرف آ رہے تھے۔

عمران قبائلیوں کی فطرت سے آگاہ تھا۔ یہ لوگ جنگ میں بھی سادگی کے اصول ہی اپنایا کرتے تھے یعنی سامنے آکر حملہ کرنا۔ چھپ کر حملہ کرنے کو وہ دھوکہ اور فریب سمجھتے تھے اور عمران کو یقین تھا کہ حملہ آور بستی کو گھیرنے کی جنگی چال چلنے کی بجائے بیک وقت سامنے

سے حملہ آور ہوں گے۔

عمران خیمے میں آگیا جہاں اس کے تمام ساتھی ٹامی گنیں لوڈ کر چکے تھے اور کچھ اضافی میگنیزین بھی انھوں نے لے لئے تھے۔

عمران نے بھی ٹامی گن اٹھا کر اسے لوڈ کیا۔ چند فالتو میگنیزین تیلوں کے بلیٹ میں اٹرس لئے اور دستی بموں کی پیٹی کھول کر سب میں دو دو بم تقسیم کر دیئے اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”دوستو! ہم نے جو دیوی کا ڈھونگ رچایا تھا وہ اب تک چل رہا ہے۔ اب ایک نئی مصیبت ہمارے سامنے ہے۔ اگر ہم حملہ آوروں کو شکست دے کر مار بھگائیں تو سمجھو ہم اس قبیلے سے اپنی ہر بات منوا سکتے ہیں۔

لیکن! اگر حملہ آوروں کو ہم شکست نہ دے سکے تو ہمارا حشر بھی اس قبیلے کے افراد سے مختلف نہیں ہوگا۔

سردار کے اندازے کے مطابق ان کی تعداد ایک ہزار کے لگ بھگ ہے۔

اور میرا خیال ہے کہ ہم ان ہتھیاروں کی مدد سے انہیں آسانی سے شکست دے سکیں گے۔

اب چلو میرے ساتھ۔ ناشتہ ہم واپس آ کر کرینگے

وہ سب بڑے خیمے سے باہر آ گئے۔ سردار میدان میں

دوڑتا ہوا ان ہی کی طرف آ رہا تھا۔

اس نے بتایا کہ حملہ آوروں کی تعداد ان سے تقریباً ڈیڑھ گنا ہے اور وہ بہت قریب پہنچ چکے ہیں۔
 عمران اپنے ساتھیوں کے ہمراہ بستی کے عقبی میدان میں پہنچ گیا۔

اس نے کچھ قبائلیوں کو بستی کے چاروں طرف بھیل دیا۔ دوسو قبائلیوں کو اسی میدان میں رہنے دیا اور باقی قبائلیوں کو ساتھ لے کر آگے بڑھنے لگا۔

سردار پریشان ہو رہا تھا کہ دیوی کا یہ پجاری آدھے جوانوں کو تو یہیں چھوڑ کر جا رہا ہے۔ حملہ آوروں سے مقابلہ کیسے کیا جائے گا۔

لیکن! عمران نے اسے اطمینان دلایا کہ اس کے یہ آدھے آدمی بھی جنگ میں استعمال نہیں کئے جائیں گے بلکہ صرف وہ اور اس کے ساتھی لڑیں گے۔

تقریباً ایک فرلانگ آگے بڑھنے کے بعد عمران نے قبائلیوں کو وہیں روک لیا۔

اور۔ ان کی صف بندی کر کے انہیں مختلف پوزیشنوں پر متعین کر دیا۔ اور خود اپنے ساتھیوں کے ہمراہ تقریباً سو گز آگے بڑھ کر ادھر ادھر کا جائزہ لینے لگا۔

ڈھول پٹنے کی آوازیں اب قریب آتی جا رہی تھیں

حملہ آور سیدھے راستہ پر ہی بڑھے آ رہے تھے۔
اور اب تو ان کے شور و غل اور جنگی نعروں کی آوازیں
بھی سنائی دے رہی تھیں۔

عمران کچھ دیر تک ادھر ادھر کا جائزہ لیتا رہا۔
پھر۔۔۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو کھوڑے کھوڑے فاصلے
پر درختوں پر چڑھا دیا۔

اور۔۔۔ خود بھی ایک درخت پر چڑھ گیا اور حملہ آوروں
کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگا۔
تقریباً دس منٹ بعد حملہ آور سامنے آ گئے۔ ان کی تعداد
ڈیڑھ ہزار سے کچھ زیادہ ہی تھی۔
انہوں نے بھی شاید دور کھڑے ناٹو قبیلے کے افسر اور
کو دیکھ لیا تھا۔

یہی وجہ تھی کہ وہ لوگ وہیں رک گئے اور ان کے
چند جنگی سردار آپس میں مشورے کرنے لگے۔
ٹھیک اسی وقت ایک درخت کی شاخیں ہلنے لگیں۔ اس
درخت پر نمائی تھا۔

اس کا پیر پھیل گیا تھا اور وہ سنبھلنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن
حملہ آوروں میں سے ایک کی نظر اس طرف اٹھ گئی اور وہ چیخ چیخ کر
اپنے ساتھیوں کو اس طرف متوجہ کرنے لگا۔

ان کے جنگی سردار بھی اس طرف متوجہ ہو چکے تھے۔ اس نے اپنا نیزہ بلند کر لیا۔

اس کے ساتھ ہی کئی اور ہاتھ بھی اوپر کی طرف اٹھتے جن میں نیزے موجود تھے۔

یہ صورت حال انتہائی خطرناک تھی۔

کوئی لمحہ جاتا تھا کہ زہریں سمجھے ہوئے سینکڑوں نیزے نما فی کا جسم چھلنی کر دیں۔

لیکن! بھلا عمر ان اپنے ایک ساتھی کو اس طرح کہاں مرنے دیتا۔

اس نے ٹامی گن کا رخ قبائلیوں کی طرف کر کے ٹریگر کھینچ لیا۔

اس کے ساتھ ہی چاروں طرف درختوں پر بیٹھے ہوئے اسکے ساتھی فائر کرنے لگے۔

درخت بارش کے قطروں کی طرح گولیاں برسار رہے تھے۔

فضا فائرنگ کی آواز سے گونج رہی تھی اور حملہ آور قبائلی

بیخ بیخ کر ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ ان میں سے کچھ درختوں کی طرف نیزے بھی اچھال رہے تھے۔

لیکن! بدحواسی کے باعث ان کا کوئی بھی نیزہ نشانے پر نہیں چارہا تھا حملہ آور قبائلی ادھر ادھر بکھر گئے تھے۔

درختوں کے نیچے بیسیوں لاشیں خون میں لت پت پڑی تھیں۔
 بہت سارے حملہ آور اوپر سے گھوم کر ناٹو قبیلے کے افراد
 کی طرف بڑھے۔

لیکن! عمران نیچے کود گیا۔ ساتھ ہی اس نے چیخ کر اپنے ساتھیوں
 کو بھی نیچے آجانے کی ہدایت کی۔

تین چار سو قبائلیوں کا ایک گروہ بستی کی طرف بڑھ رہا تھا۔
 عمران نے ایک دستی بم کی پن نکال کر اسے ان قبائلیوں کی
 طرف اچھال دیا۔

ایک زبردست دھماکہ ہوا۔ کئی قبائلیوں کے پرچھے اڑ گئے
 اور اس کے بعد توپے درپے دھماکے ہونے لگے۔ حملہ آور قبائلی
 خاک و خون میں لوٹ رہے تھے۔

ان کے سردار چیخ چیخ کر انہیں آگے بڑھنے کو کہہ رہے تھے۔
 لیکن وہ زیادہ دیر وہاں نہ رک سکے۔ وہ لاقعد لاشوں اور
 زخمیوں کو چھوڑ کر جنگل میں غائب ہو گئے۔

چند منٹ میں ہی حملہ آور جنگل میں روپوش ہو چکے تھے۔
 عمران وغیرہ نے بھی نائنگ بند کر دی تھی۔ اتنی دیر میں ناٹو قبیلے
 کا سردار اس کے آدمی وہاں پہنچ گئے۔

وہ حیرت سے حملہ آوروں کی لاشوں کو دیکھ رہے تھے جو جگہ
 جگہ بکھری پڑی تھیں۔

دفعۃً بستی کی طرف سے فائرنگ کی آواز گونجی۔ عمران نے چونک کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور صفدر کو اشارہ کر کے پوری قوت سے بستی کی طرف دوڑنے لگا۔ وہ بستی سے ابھی کچھ ہی دور تھے کہ فائرنگ بند ہو گئی۔ اور۔۔۔ جب یہ بستی میں پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ حملہ آوروں میں سے دس پندرہ کسی نہ کسی طرح اس طرف پہنچ گئے تھے۔

انہوں نے سب سے بڑے جھوٹے پر حملہ کیا تھا۔ لیکن! عمران اور جویا کی ٹامی گنوں نے انہیں موت کی نیند سلا دیا۔ ان میں سے ایک بھی زندہ نہیں بچ سکا تھا۔ ان کی فائرنگ سے ناٹو قبیلے کے پانچ آدمی بھی زدیں آکر اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔

کچھ ہی دیر میں قبیلے کا سردار اور روحانی پیشوا بھی وہاں پہنچ گیا اور جب انہیں معلوم ہوا کہ ان کی دیوی نے حملہ آوروں کو اپنے ہاتھ سے ہلاک کیا ہے تو انہوں نے بلند آواز سے اس کی تقدیس کے گیت گانے شروع کر دیئے۔

اور پھر چند لمحوں بعد تو چاروں طرف سے گیت کی آوازیں گونجنے لگیں اس موقع پر عمران بھی خاموش نہ رہ سکا۔

وہ بھی عمران کے قریب کھڑا حلق پھاڑ پھاڑ کر اس کی تقدیس کا گیت گارہا تھا اور گیت یہ تھا۔

چھیڑ چھاڑ کروں گا ادا دار کروں گا یا ہو۔

غروب آفتاب کے کچھ ہی دیر بعد!
سردار کے بھیجے ہوئے دو آدمیوں نے وہ اطلاع بہم پہنچا
دی جس کا عمران منتظر تھا۔

اور وہ بونگار و قبیلے کے سردار ہو گواور بکونی کے قافلے
کے بارے میں تھی۔

ان دونوں آدمیوں نے بتایا کہ یہ قافلہ سبقتی سے تقریباً
دس میل کے فاصلے پر ایک ندی کے کنارے پڑاؤ ڈال چکا ہے
ان کے ساتھ ایک بہت لمبا تڑنگا سیاہ فام حبشی بھی ہے جو ان کا
دیوتا ہے۔

یہ اطلاع ملتے ہی عمران روانگی کی تیاری کرنے لگا۔ سردار
ناٹو نے اپنے چند آدمی اس کے ساتھ بھیجنے کی پیشکش کی۔
لیکن عمران نے اس پیشکش کو شکریہ کے ساتھ رد کر دیا
اور بتایا کہ دیوی کے بھاری اس قافلے سے منبٹنے کے لئے ہی
کافی ہیں۔

عمران نے چوہان اور نمائی کو بستی ہی میں رہنے دیا۔ انہیں صرف
عمرانہ اور جولیا کی حفاظت کے لئے چھوڑا جا رہا تھا۔ اگرچہ دیوی
ہونے کی حیثیت سے عمرانہ یا جولیا کو ان تباہیوں سے کوئی نقصان
نہیں پہنچ سکتا تھا۔

لیکن! احتیاط کا تقاضہ یہ ہی تھا کہ ان کی حفاظت کے لئے کوئی
نہ کوئی یہاں پر ضرور موجود رہے۔

عمران کے ساتھ ٹیم کے صرف چار آدمی تھے۔ خاوند، صدیقی
تنویر اور صفدر۔ پانچواں وہ خود تھا۔

اور دو اس قبیلے کے وہ آدمی ساتھ لے لئے گئے تھے جنہیں
سردار ہوگو کے کیمپ تک ان کی رہنمائی کرنی تھی۔ اس طرح ان کی کل
تعداد سات ہو گئی تھی۔

وہ بستی سے نکل کر شمالی سمت میں جنگل میں داخل ہو گئے۔
وہ دونوں وحشی ان کے آگے آگے چل رہے تھے۔

رات گہری تاریک تھی۔ عمران نے ٹارچ روشن کر رکھی تھی۔
لیکن اس کے باوجود اس کے ساتھ جگہ جگہ ٹھوکریں کھا رہے تھے۔
اس کے برعکس ان کے وہ دونوں رہنما بڑی تیزی سے راستہ
طے کر رہے تھے۔

تقریباً آٹھ میل کا فاصلہ انھوں نے ایک گھنٹے میں
طے کیا۔

اب عمران نے ٹارچ بجھا دی تھی اور ان کی رفتار بھی کم ہو گئی تھی وہ بہت احتیاط سے آگے بڑھ رہے تھے۔ تقریباً دو میل آگے بڑھنے کے بعد انہیں روشنی نظر آنے لگی۔ یہ روشنی کبھی گھنے درختوں کی آڑ میں چھپ جاتی اور کبھی سامنے آ جاتی۔

یہ روشنی آگ کے ایک دھپکتے ہوئے الاؤ کی تھی جو ان سے تقریباً ایک فرلانگ کی دوری پر تھا۔

اب وہ لوگ بہت محتاط ہو کر آگے بڑھ رہے تھے۔ تقریباً پچاس ساٹھ قدم آگے بڑھنے کے بعد ایک چھوٹی سی ندی نے ان کا راستہ روک لیا۔ آگ کا الاؤ اس ندی کے دوسری طرف تھا۔ وہ لوگ ندی کے کنارے رُک گئے۔

ندی کے دوسری طرف آگ کے الاؤ کے پاس چند آدمی بھی نظر آ رہے تھے۔

عمران کچھ دیر تک ندی کے کنارے کھڑا دوسری طرف دیکھتا رہا۔ پھر اس نے تنویر کو وہیں رکنے کی ہدایت کی۔ صدیقی اور خادرو کو ندی کے ساتھ ساتھ آگے بڑھ کر ندی عبور کرنے کی ہدایت کی اور خود صفدر کو ساتھ لے کر ندی کے ساتھ ساتھ بائیں طرف بڑھنے لگا۔ تقریباً پچاس قدم چلنے کے بعد انھوں نے ایک جگہ سے ندی عبور کر لی اور۔ اب وہ دونوں نہایت احتیاط کے ساتھ آگے

بڑھ رہے تھے۔

وہ دونوں ایک جگہ درختوں کی آڑ میں رک گئے۔
یہاں سے بونگار و قبیلے کا سردار ہوگوا، بکونی اور اس کے
تمام ساتھی صاف نظر آ رہے تھے۔

ان میں جوزف بھی تھا لیکن ایک عجیب منظر ان کی نگاہوں کے
سامنے تھا۔ جوزف نے اپنے جسم پر صرف ایک لنگوٹ باندھ رکھا
تھا اور یہ لنگوٹ شاید کسی جانور کی کھال کا تھا۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا
اور شراب کی بوتل اس کے ہاتھ میں تھی۔ تین چار بوتلیں کرسی کے قریب
زمین پر بھی پڑی ہوئی تھیں۔

سردار ہوگوا، بکونی اور دوسرے ساتھی اس کے سامنے مودبانہ
انداز میں زمین پر بیٹھے ہوئے تھے۔

جوزف نے بوتل ہونٹوں سے لگالی۔
سانس لئے بغیر اس نے بوتل خالی کر دی اور اسے ایک طرف
پھینکنے کے بعد ہاڑا۔
”دوسری بوتل لاؤ ہوگوا۔“

ہوگوا جلدی سے اٹھ کر اس طرف چلا گیا جہاں ان کا سامان پڑا
ہوا تھا۔

ایک پیٹی سے اس نے شراب کی ایک نئی بوتل نکالی اور چوتھ
کے قریب آ گیا۔

پہلے اس نے تین مرتبہ رکوع کے بل جھٹک کر جوزف کو تعظیم دی اور بوتل اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔

”دیوتا۔ کھانا بھی تیار ہے۔ حکم ہو تو حاضر کیا جائے۔“
 ”کھانے کے سچے! کیا تو نہیں جانتا کہ دیوتا لوگ کھانے کے محتاج نہیں ہوتے اور نہ ہی وہ کسی کے مشوروں پر عمل کرتے ہیں۔“
 جوزف دھاڑا۔

”جانتا ہوں دیوتا۔“
 ”جانتا ہے پھر بھی مجھے مشورہ دے رہا ہے۔ چل مرغان جا۔ تیری یہ ہی سزا ہے۔“
 جوزف پھر دھاڑا۔

سردار ہوگو اسی وقت اس کے سامنے مرغان گیا۔
 عمران اور صفدر نہایت دلچسپی سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔
 ”کم بخت۔ کس مٹھاٹھ سے حکم چلا رہا ہے۔ اگر اسے ان ہی لوگوں کے سامنے مرغانہ بنایا تو نام نہیں۔“

عمران دھیرے سے بولا۔
 پھر اس نے صفدر کو کچھ ہدایات دیں اور دوبارہ سامنے دیکھ کر اس کی نظر اچانک ہی سردار ہوگو کے اس آدمی پر پڑ گئی جو ہاتھ میں رائے پکڑے الاؤ کے دوسری طرف سے ٹہلتا ہوا سامنے آگیا تھا۔
 اس آدمی کو دیکھ کر عمران آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیگر اطراف میں دیکھ

لیکن گن بردار آدمی ایک ہی تھا۔ باقی سارے آدمی جوزف دیوتا کی خدمت میں حاضر تھے۔

گن بردار اٹھتا ہوا دوبارہ الاؤ کے دوسری طرف چلا گیا۔ وہ جیسے ہی اس طرف پہنچا۔ عمران صفدر سے چند قدم ہٹ کر ایک اور درخت کی آڑ میں چلا گیا اور الاؤ کی طرف رخ کر کے بلند آواز میں انکار زبان میں چیخا۔

”سروار ہو گوا تمہارا کھیل ختم ہو گیا۔ تم اپنے اس دیوتا کو ہمارے حوالے کر دو۔ انکار کی صورت میں تم لوگوں میں سے کوئی بھی زندہ بچ کر نہیں جاسکے گا۔“

یہ آواز سننے ہی وہ سب لوگ چونک گئے۔ گن بردار بھی دڑتا ہوا اس طرف پہنچ گیا۔

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر جنگل کی طرف دیکھ رہے تھے۔ شاید بولنے والے کو تلاش کر رہے تھے۔

عمران چند لمحوں تک درخت کی آڑ میں کھڑا رہا پھر ٹامی گن سنبھالے سامنے آ گیا۔ جلتے ہوئے الاؤ کی روشنی اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی اسے دیکھتے ہی گن بردار نے رائفیل سیدھی کر لی۔

لیکن سروار ہو گونے اسے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا اور عمران کی طرف منہ کر کے بولا۔

”تم نوجوان! میں نہیں سمجھ سکا کہ تم یہاں تک کس طرح پہنچ گئے

لیکن تم نے ہمارے سورج دیوتا کی شان میں کوئی گستاخانہ لفظ استعمال کیا تو اچھا نہیں ہوگا۔

”دیوتا۔ تم جسے دیوتا سمجھ رہے ہو وہ ہمارا آدمی ہے جسے تم اغوا کر لائے ہو۔ اور ہم اسی کی بازیابی کے لئے تمہارا تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک آئے ہیں۔“

عمران نے کہا پھر بولا۔

”ہم اسے طاقت کے زور پر بھی تم سے حاصل کر سکتے ہیں لیکن میں خون خرابہ نہیں چاہتا۔ تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ اسے خاموشی سے ہمارے حوالے کر دو۔“

”یہ نہیں ہو سکتا۔ اپنے دیوتا کے لئے ہم اپنی جانیں تک دے دیں گے۔“

سردار ہوگو نے کہا۔

اور۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے ننگوٹ میں اڑسا ہوا ریوا لور نکال کر عمران پر فائر کر دیا۔

عمران ایک دم اچھل کر درخت کی آڑ میں ہو گیا۔

اگر وہ ذرا بھی تاخیر کرتا تو ہوگو اور اس کے ساتھیوں کی چلائی ہوئی گولیوں کا نشانہ بن کر اس کا جسم پھلنی ہو جاتا۔

ان سب لوگوں نے بیک وقت فائرنگ شروع کر دی تھی۔

ادھر دوسرے درخت کی آڑ میں کھڑے ہوئے صفدر نے

قبائلیوں پر ٹامی گن کا فائر کھول دیا۔

پہلے ہی برسٹ میں دو قبائلی ڈھیر ہو گئے اور باقی چنچتے ہوئے
الاؤ کے دوسری طرف دوڑ گئے۔

دوسری طرف سے بھی صدیقی اور خادر نے فائرنگ شروع
کر دی۔

لیکن! اس طرف بڑے بڑے پتھر پھٹے۔ قبائلیوں نے فوراً ہی
ان پتھروں کی آڑ لے لی اور جوابی فائرنگ کرنے لگے۔

وہ لوگ چاروں طرف سے گھر چکے تھے۔

اور۔ ان کے بچنے کی ایک فیصد بھی امید نہیں تھی لیکن اسکے
باوجود وہ مقابلہ کر رہے تھے۔

جوزف کرسی پر بیٹھا اطمینان سے بوتل کو منہ لگائے شراب
پیتا رہا۔

اور۔ جب بوتل خالی ہو گئی تو اسے پھینک کر الاؤ کے دوسری
طرف پہنچ گیا۔

پتھروں کی آڑ ہونے کی وجہ سے وہ فائرنگ سے محفوظ ہی تھا۔
سردار ہو گئے جوزف کو دیکھ لیا۔ بکونی بھی اس کے قریب
ہی تھی۔

اس نے بکونی کی طرف دیکھا۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں باتیں ہو رہی
اور وہ دونوں اپنے ساتھیوں کو وہیں چھوڑ کر جوزف کے قریب آ گئے۔

اور۔ اسے بازو سے پکڑ کر ندی کی طرف دوڑنے لگے جوزف
ابھی تک معاملے کی نوعیت نہیں سمجھ سکا تھا لہذا وہ بھی ان کے ساتھ
دوڑتا گیا۔

عمران نے انہیں دوڑتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ وہ بھی درختوں کی
آڑ لیتا ہوا ان کے پیچھے دوڑا۔

اور۔ ندی کے قریب پہنچ کر ایک درخت کی آڑ میں رک کر
بلند آواز میں چیخا۔

”ہوگو! ندی کے دوسری طرف بھی ہمارے آدمی موجود ہیں
اپنے آپ کو موت کے منہ میں ڈالنے کی بجائے بہتر ہے کہ ہتھیار
پھینک دو۔“

جواب میں ہوگو نے فائر تھونک مارا۔
گولی اس درخت کے تنے میں بیوست ہو گئی جس کے پیچھے
عمران کھڑا تھا۔

وہ لوگ اگرچہ تاریکی میں تھے۔
لیکن۔ عمران نے ان کے قد و قامت کا اندازہ لگا کر ٹامی گن
کا ٹرگیر کھینچ لیا۔

فائر کی آواز کے ساتھ ہی ہوگو کی چیخ گونجی اور وہ زمین پر ڈھیر
ہو گیا۔

ٹھیک اسی وقت جوزف کو بھی جیسے ہوش آ گیا۔ وہ چند لمحوں

تک ادھر ادھر دیکھتا رہا۔

پھر۔ اس نے لپک کر بکونی کو ہاتھوں پر اٹھالیا اور اسے
ندی کے پانی میں اچھال دیا۔

”جوزف! ندی کے دوسری طرف تنویر موجود ہے اسے بلاؤ“

عمران چیخا۔

”اوہو ہو ہو۔ باس! تم؟“

جوزف نے قہقہہ لگاتے ہوئے ندی میں چھلانگ لگا دی۔

اور۔ بکونی کو پکڑ کر ندی کے دوسری طرف پہنچ گیا جہاں

تنویر اور نعمانی موجود تھے۔ انھوں نے فوراً ہی بکونی کو سنبھال لیا۔

دوسری طرف کیمپ میں اب بھی فائرنگ ہو رہی تھی لیکن

یہ فائرنگ زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکی کیونکہ ہوگو کے باقی

ساتھ ہی جلد ہی ختم ہو چکے تھے۔

معرکہ ختم ہو چکا تھا۔

عمران نے لاسٹوں اور کیمپ کا جائزہ بھی نہیں لیا اور

اپنے ساتھیوں کے ساتھ ناٹو قبیلہ کی بستی کی طرف چل دیا۔ بکونی بھی

ان کے ساتھ تھی۔

ناٹو قبیلے کی بستی میں پورے سات روز تک جشن منایا جاتا رہا۔
 عمران بدستور دیوی کا کردار ادا کرتی رہی۔ بھاگو قبیلے کی
 عبرتناک شکست کے بعد انہیں پورا یقین ہو گیا تھا کہ دیوی واقعی
 ان کے لئے رحمتوں کے خزانے ہے۔
 عمران نے بکونی ناٹو سردار کی خدمت میں تحفہ کے طور
 پر پیش کر دی تھی۔

اس سے کہا گیا تھا کہ یہ تحفہ بھی دیوی ہی کی طرف سے ہے
 یہ حسین تحفہ پا کر سردار خوشی سے پھولا نہیں سمایا تھا۔
 جشن کی آخری رات دیوی کو تاج پہنایا گیا اور بکونی کو باقاعدہ
 سردار کی دہن بنا دیا گیا۔

شاوی کی تقریبات میں عمران اور اس کے ساتھیوں
 نے بھی شرکت کی تھی۔

بکونی کو دہن بنانے کے لئے رسومات کے مطابق اس کا
 لباس اتار دیا گیا تھا۔

اور۔ اس کے جسم پر رنگین مٹی کے نقش و نگار بنائے گئے تھے۔

بکونی کے لباس سے سونے کی ایک چھوٹی سی مورتی برآمد ہوئی تھی۔

یہ ان کے سورج دیوتا کی مورتی تھی جسے عمران نے اس مہم کی یادگار کے طور پر اپنے پاس رکھ لیا۔

جشن کے بعد یہ لوگ تقریباً ایک ہفتہ مزید وہاں رہے اس دوران عمران اور اس کے ساتھی شکار سے جی بہلاتے رہے۔

اور۔ عمرانہ دیوی کی حیثیت سے ان پر حکومت کرتی رہی اور جب ایک روز عمران نے انہیں بتایا کہ دیوی ان کے قبیلے سے واپس جا رہی ہے تو وہ سب ادا اس ہو گئے۔

ظاہر ہے وہ لوگ دیوی کو زبردستی نہیں روک سکتے تھے کیونکہ اس طرح دیوی کے ناراض ہو جانے کا خدشہ تھا۔ قبیلے کے سینکڑوں مرد اور عورتیں ان لوگوں کو خست کرنے کے لئے دریائے ایمزن تک آئے تھے۔

درختوں کی شاخوں سے بنائی ہوئی کشتی (تختہ) درختوں کے جھنڈ میں محفوظ تھا۔ اسے دھکیل کر پانی میں ڈالا گیا۔ سامان لادنے کے بعد وہ لوگ تختے پر سوار ہو گئے۔

اور۔

جیسے ہی تختہ پانی پر بہنے لگا قبیلہ کے روحانی پیشوا
نے چیخ کر کچھ کہا۔

اور۔ قبیلے کے تمام افراد سجدے میں گر گئے۔

چند لمحوں بعد وہ سیدھے ہو گئے اور بلند آواز میں
دیوی کے الوداعی گیت گانے لگے۔

اور۔ ان کی دیوی عمرانہ تختے پر کھڑی ہاتھ ہلا کر
انہیں الوداع کہہ رہی تھی۔ وہ اپنا مشن ختم کر کے کامیاب لوٹ
رہے تھے۔

(ختم شد)

ہنگامے ہجرت ہنگامے سس پنس ہجرت سس پنس

عمران سیریز کا شاہکار

مسٹر فراڈی

مصنف: رسیہ قسٹو

○ ایک کروڑ کے ہیرے خرید کر وہ بے حد خوش تھا مگر جب وہ انھیں تجویزی میں رکھنے لگا تو ۹۹ اسکے منہ سے چیخ نکلی اور وہ دل تھام کر گر پڑا۔

○ ملک کے سب سے بڑے بینک میں ڈاکٹر ڈاکو کلاشنکوف لے کر نہیں آئے تھے مگر اسکے باوجود وہ ایک کروڑ روپے بینک سے نکال لے گئے۔ بینک منیجر نے خوشی خوشی سب کے سامنے رقم انھیں دی تھی۔ مگر..... ۹

○ سیٹھ راشد نے خودکشی کر لی کیونکہ بینک سے انکے پچاس لاکھ روپے نکلاواتے گئے تھے رقم خود انہوں نے نکالی تھی مگر وہ اس سے انکاری تھے پھر رقم کس نے نکالی تھی اور چیک پر دستخط کرنے والا کون تھا۔ ۹

مسٹر فراڈی تجسس اسرار اور انکیشن سے بھرپور نئے طرز کی مکمل کہانی عمرآن اور ایکسٹو کی ٹیم کا دلچسپ کارنامہ۔ آج ہی طلب کیجئے۔

نیمہ منہ خط و کتابت و آرڈر بھیجنے کا پتہ

ایوب اکیڈمی۔ پوسٹ بکس نمبر ۲۶۳۳ لیاقت آباد کراچی ۱۹

سنگ ہی تھریسیا اور عمران تین دوست تین دشمن

عمران سیریز میں ایک ہنگامہ خیز اور یادگار ناول

ڈاکٹر ڈرامی

مکملہ ناول

مصنف :- (پروفیسر) شیخ

- سنگ ہی سے ملتے تھے اب کتاب اور نئی چالاکیوں کے ساتھ۔
- تھریسیا بیل بی آف پوہمیسا کا نیا مشن وہ مشن کیا تھا۔ ؟
- عمران جو شکاری کہتے تھے طرح سنگ ہی اور تھریسیا کی پوسونگ تھا پھر رہا تھا۔
- خطرناک کٹر اچھے سنگ ہی جیسے شاطر اور تھریسیا جیسی ذہین مجرم کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ وہ کٹر اکون تھا۔ ؟ سنی سنی۔
- ڈاکٹر ڈرامی۔ ؟ کیا واقعی ہیروں کا درخت کہیں موجود تھا اور سنگ ہی کیا اسی کی وجہ سے عمران کے ملک میں آیا تھا۔ ؟

ایکشن سسٹم اور اسرار سرخ سے بھر پور سنگ ہی اور تھریسیا کا نیا ناول

آج ہی طلب کیجئے

متممہ کتابت خط و کتابت و آرڈر بھیجنے کا پتہ

ایوب اکیڈمی پوسٹ بکس نمبر ۲۶۳۳ لیاقت آباد کراچی ۱۹

خوف دہشت اسرار و سراغ اور ایکشن کا نیا انداز
 عمران سیریز کا ایک نہ بھولنے والا یادگار ناول

سپانی ماسٹر

مصنف: رشی میسٹرو

- 0- خاور نے ہیلو کہہ کر چوہا سے ہاتھ ملایا دوسرے ہی لمحے وہ اڑتا ہوا سامنے والی دیوار سے ٹکرایا اور بیہوش ہو گیا۔
 - 0- تنویر نے اس بھولی بھالی معصوم لڑکی پر اظہار عشق کر دیا جو فیڈر سے دودھ پی رہی تھی دوسرے ہی لمحے لڑکی کے ہاتھ پیر حرکت میں آئے اور تنویر گندگی کے ڈھیر میں جا گرا اور.....
 - 0- منفرد نے جھک کر پرس اٹھانا ہی چاہا تھا کہ اسکے جیڑے پر گھونٹہ پڑا اور وہ دور جا کر اگھونٹہ مارتے والا عمران تھا۔ آپ:؟ منفرد کے منہ سے نکلا اور عمران کی آنکھوں میں دیکھ کر کانپ اٹھا وہاں درندگی ہی درندگی تھی۔ سیاہ سب پاگل ہو گئے تھے یا پاگل خانے میں جا پھنسے تھے کہ جہاں کوئی کسی کا دست نہیں تھا۔ حیرت و اسرار سے بھرپور مکمل ناول۔
- آج ہی طلب کیجئے

تمہارے عزیز خط و کتابت و آرڈر بھیجنے کا پتہ

ایوب اکیڈمی۔ پوسٹ بکس نمبر ۲۶۳۳ لیاقت آباد کراچی ۱۹